اُردو

بال بھارتی

پانچویں جماعت

محکمۂ تعلیمات سے منظور شدہ تحت نمبر
پر-ش-س/ ۱۵-۲۰۱۴ء/ ۶۴۵۶/ منظوری - ڈی - ۵۰۵/ ۲۸۸۰/ ۲۴؍اپریل ۲۰۱۴ء

اُردو
بال بھارتی

پانچویں جماعت

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

پہلا ایڈیشن : 2015
دوسرا اصلاح شدہ ایڈیشن : 2017

© مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴
نئے نصاب کے مطابق مجلسِ ادارت اور مجلسِ مشاورت نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

مجلسِ ادارت :
- ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (صدر)
- سلیم شہزاد (رکن)
- محمد حسن فاروقی (رکن)
- سرفراز آرزو (رکن)
- بیگم ریحانہ احمد (رکن)
- خان نوید الحق انعام الحق (رکن سکریٹری)

مجلسِ مشاورت : • احمد اقبال • مشتاق رضا • ڈاکٹر قمر شریف • فاروق سیّد

مدعوئین : • بشیر احمد انصاری • سلام بن رزّاق • ڈاکٹر محمد اسد اللہ

Co-ordinator : Khan Navedul Haque Inamul Haque
Special Officer for Urdu, Balbharati

Production : Shri Sachitanand Aphale, Chief Production Officer
Shri Sachin Mehta, Production Officer
Shri Nitin Wani, Production Assistant

D.T.P. & Layout : Yusra Graphics,
Shop No. 5, Anamay Building, 305, Somwar Peth, Pune - 411 011

Artist : Shri Rajendra Girdhari

Cover : Reshma Barve

Paper : 70 GSM Creamwove

Print Order : N/PB/2017-18/7,000

Printer : M/S. ATHARVA PRINT CREATION, PUNE

Publisher : Shri Vivek Uttam Gosavi
Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 400 025

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت و سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں
اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:
انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی؛
آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛
مساوات بہ اعتبارِ حیثیت اور موقع،
اور ان سب میں
اُخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور
سالمیت کا تیقّن ہو؛
اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین
ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گیت

جَنَ گَنَ مَنَ - اَدِھ نایک جَیَہ ہے
بھارَت - بھاگیہ وِدَھاتا۔

پَنجاب، سِندُھ، گُجرات، مَراٹھا
دراوِڑ، اُتکَل، بَنگ،

وِندھیہ، ہِماچَل، یَمُنا، گنگا،
اُچّھل جَل دِھ تَرَنگ،

تَو شُبھ نامے جاگے، تَو شُبھ آشِس ماگے،
گاہے تَو جَیَہ گاتھا،

جَنَ گَنَ منگل دایَک جَیَہ ہے،
بھارَت - بھاگیہ وِدھاتا۔

جَیَہ ہے، جَیَہ ہے، جَیَہ ہے،
جَیَہ جَیَہ جَیَہ، جَیَہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔ سب بھارتی میرے بھائی اور بہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور مَیں اس کے عظیم و گونا گوں وِرثے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ مَیں ہمیشہ اِس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

پیش لفظ

’’بچّوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم کے حق کا قانون ۲۰۰۹ء‘‘ اور ’’درسیات کا قومی خاکہ ۲۰۰۵ء‘‘ کو مدنظر رکھ کر ریاست مہاراشٹر میں ’’پرائمری تعلیم کا نصاب ۲۰۱۲ء‘‘ تیار کیا گیا۔ ادارہ بال بھارتی حکومت مہاراشٹر کے منظور کردہ اس نصاب پر مبنی پانچویں جماعت کی درسی کتاب پیش کرتے ہوئے بڑی مسرّت محسوس کر رہا ہے۔

پانچویں جماعت ابتدائی تعلیم کا پانچواں مرحلہ ہے۔ بچّے غیر رسمی طور پر اپنے گھر اور اطراف کے ماحول میں سُنی ہوئی باتیں سمجھ لیتے ہیں اور اپنے خیالات کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ اسکول میں داخلہ لینے کے بعد بچّوں کے زبان سیکھنے کا سلسلہ باقاعدہ شروع ہوتا ہے۔ اس جماعت کے بچّے زبان سیکھنے کے چار مرحلوں سے گزر کر پانچویں جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔

ابتدائی جماعتوں کے بچّے کم سن ہوتے ہیں۔ ان میں دیکھنے، سننے اور بولنے کی صلاحیتوں کو فروغ دینے اور اکتساب میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے اس درسی کتاب کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور مسرّت بخش بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کتاب کے متن میں ایسی نظمیں شامل ہیں جنھیں بچّے آسانی سے اجتماعی اور انفرادی طور پر گنگنا اور گا سکیں۔ طلبہ کو فطری طور پر تصویروں سے دلچسپی ہوتی ہے لہٰذا اس کتاب کو تصویروں سے مزیّن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تصویریں حتی الامکان ایسی دی گئی ہیں جو متن کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوں گی۔ کتاب کا مواد روزمرّہ زندگی سے مربوط ہے اس لیے یقیناً یہ اسباق طلبہ میں مطالعے کا ذوق وشوق پیدا کریں گے۔

ہر سبق کے آخر میں مشقیں بھی دی گئی ہیں جن میں زباندانی کی افہام و تفہیم میں تنوّع کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ان مشقوں میں مواد پر مبنی نیز دیگر تفہیمی سوالات کے ساتھ ساتھ طلبہ کی زباندانی کی مہارتوں کی نشوونما کے نقطۂ نظر سے خود آموزی کی مختلف سرگرمیاں بھی شامل کی گئی ہیں۔ توقّع ہے کہ مشقی سوالات حل کرانے میں اساتذہ اور سرپرست بھی دلچسپی کا مظاہرہ کریں گے۔

زیرِ نظر درسی کتاب میں ماحولیات سے متعلق متن بھی شامل ہے۔ درس وتدریس کے دوران اساتذہ اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ جماعت میں جو کچھ سکھایا جائے، وہ اسکول سے باہر کی دنیا اور روزمرّہ زندگی کے معاملات سے لازمی طور پر مربوط ہو۔

کتاب کو حتّی الامکان معیاری اور بے عیب بنانے کے لیے اس کا مسودہ مہاراشٹر کے مختلف علاقوں کے منتخب اساتذہ، ماہرینِ تعلیم اور ماہرینِ زبان کی خدمت میں تبصرہ کے لیے پیش کیا گیا تھا۔ اُن کے پیش کردہ مشوروں اور تجاویز کی روشنی میں مسودے میں ضروری ترمیم کر کے اسے قطعی شکل دی گئی ہے۔

اس موقع پر ادارہ اُردو لسانی کمیٹی کے ان تمام اراکین کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں خلوص وتندہی سے مصروف رہے اور کتاب کی تیاری کے ہر پہلو سے دلی طور پر وابستہ رہے۔ اِدارہ خصوصی طور پر مدعوئین صاحبان کا شکرگزار ہے جن کے گراں قدر تعاون کے بغیر اس کتاب کا مسودہ تکمیل نہ پاتا۔ اسی طرح ان تمام ماہرینِ تعلیم، اساتذہ، مصوّر، مجلسِ ادارت اور مجلسِ مشاورت کا بھی ادارہ تہِ دل سے شکرگزار ہے جن کے تعاون سے یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے۔ توقع ہے کہ طلبہ، اساتذہ اور سرپرست اس کتاب کا خیر مقدم کریں گے۔

(چندرمنی بورکر)
ڈائرکٹر
مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و
ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴

پونہ۔
تاریخ: ۱۴رمئی ۲۰۱۵ء
۳ررجب المرجب ۱۴۳۶ھ

فہرست

*	ہدایات برائے اساتذہ			۱
۱۔	حمد	(نظم)	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۳
۲۔	حضرت ابوبکر صدّیقؓ		محمد حسن فاروقی	۵
۳۔	گنگا	(نظم)	حفیظؔ جالندھری	۱۰
۴۔	تین کچھوے		اطہر پرویز	۱۳
۵۔	اُمّید	(نظم)	مولانا الطاف حسین حالیؔ	۱۷
۶۔	گپ بازی کی سزا		عصمت چغتائی	۱۹
۷۔	پرانی موٹر کار	(نظم)	شاعرؔ لکھنوی	۲۵
۸۔	بہادر بچّے		سرفراز آرزو	۲۸
۹۔	جگنو	(نظم)	سکندر علی وجدؔ	۳۲
۱۰۔	ڈاکٹر رادھا کرشنن		ڈاکٹر محمد اسداللہ	۳۴
۱۱۔	اللہ آبرو سے رکھے اور تن درست	(نظم)	نظیرؔ اکبر آبادی	۳۸
۱۲۔	ڈالفن		ڈاکٹر قمر شریف	۴۰

۱۳۔	صبح کے نظارے	(نظم)	سعادت نظیر	۴۳
۱۴۔	ایک خواب		شمیم حنفی	۴۵
۱۵۔	آیا جاڑا	(نظم)	کیفؔ احمد صدّیقی	۴۹
۱۶۔	خط		فاروق سیّد	۵۱
۱۷۔	تلاش	(ڈراما)	عبدالکمال خان	۵۵
۱۸۔	قدم بڑھاؤ دوستو	(نظم)	بشر نواز	۶۱
۱۹۔	نام اور کام		ادارہ	۶۳
۲۰۔	وقت کا گیت	(نظم)	شفیقؔ رضوی عماد پوری	۶۷
۲۱۔	کدّو عرف لوکی		یوسف ناظم	۶۹
۲۲۔	شہد کی مکّھی اور بِھڑ	(نظم)	عروجؔ قادری	۷۲
۲۳۔	محمّد حاجی صابو صدّیق		احمد اقبال	۷۴
۲۴۔	عجیب تحفے		مقبول جہانگیر	۷۹
۲۵۔	موبائل	(نظم)	عبدالاحد سازؔ	۸۲
۲۶۔	تالاب کا بھوت		ترجمہ	۸۴

ہدایات برائے اساتذہ

درسی کتاب کے مرتّبین کو بعض پابندیوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے جن کی وجہ سے درسی کتاب میں پورے نصاب کا احاطہ نہیں ہو پاتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ اساتذہ ہمیشہ نصاب پر نظر رکھیں۔ باریک بینی سے اُس کا جائزہ لیتے رہیں اور نصاب میں درج کوئی حصّہ اگر درسی کتاب میں شامل نہیں ہے تو اُسے اپنی تدریس میں شامل کرلیں۔

پانچویں جماعت کے نصاب میں زبانی اور عملی کام کو بھی اہمیت دی گئی ہے اس لیے اس پر اساتذہ کا خصوصی توجہ دینا ضروری ہے۔ اساتذہ طلبہ کو 'زبانی اور عملی کام' کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کریں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے منصوبہ بندی بہت ضروری ہے۔ اچھّی منصوبہ بندی تدریس میں آسانیاں پیدا کرتی اور تدریس کو مؤثر بناتی ہے۔ ذیل کے نکات اساتذہ کی منصوبہ بندی میں معاون ثابت ہوں گے۔

زبانی اور عملی کام کے موضوعات :

نظم، گیت، اقتباس، ریڈیو اور ٹی وی کے پروگرام، معلومات، کہانی، مکالمہ، بات چیت، بحث ومباحثہ اور فکر انگیز مختصر تقریریں۔

وسائل :

تختۂ سیاہ، رول اپ بورڈ، تصویریں، آڈیو اور ویڈیو سی ڈیز، ریڈیو، ٹی وی، عملی پیش کش وغیرہ۔

منصوبہ بندی :

اساتذہ موضوعات کے تنوّع کو ذہن میں رکھتے ہوئے پہلی اور دوسری میقات کی منصوبہ بندی کرسکتے ہیں۔ اس تعلّق سے اساتذہ پہلے خود مختلف تعلیمی وسائل کا استعمال کریں۔ طلبہ کو مختلف موضوعات پر اقتباسات سنائیں۔ بعد ازاں طلبہ کو انفرادی طور پر، جوڑی بنا کر عنوانات تفویض کریں۔ وہ کوشش کریں کہ جماعت کے ہر طالب علم کو اِن سرگرمیوں میں شرکت کا موقع ملے۔ طلبہ کو تیاری کے لیے کافی وقت دیا جائے۔ انھیں استاد، سرپرست اور اپنے ساتھیوں سے رہنمائی اور مدد لینے کی پوری آزادی دی جائے۔ طلبہ چاہیں تو کتابوں، رسالوں اور انٹرنیٹ سے بھی مواد حاصل کرسکتے ہیں۔

دو سرگرمیوں کے دوران وقفہ اور دورانیہ :

جماعت کی ضرورت اور اسکول کے حالات کے مطابق دو سرگرمیوں کے درمیانی وقفے کا تعیّن کیا جاسکتا ہے۔ سرگرمی ہر ہفتہ، پندرہ دنوں یا ایک مہینے میں بھی لی جاسکتی ہے۔ سرگرمی کی پیشکش کے لیے اساتذہ سرگرمی کی نوعیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے مختلف وسائل اور طریقے اختیار کرسکتے ہیں۔

اُردو کے پیریڈ میں سبق کی تدریس سے پہلے یا بعد میں پانچ منٹ کسی ایک سرگرمی کے لیے مختص کیے جاسکتے ہیں لیکن یہ طریقہ مختصر دورانیے والی سرگرمی کے لیے ہی اپنایا جاسکتا ہے۔ اگر سی ڈی اور سی ڈی پلییئر، ریڈیو، ٹی وی جیسے وسائلِ تعلیم کمرۂ جماعت میں لانا ممکن نہ ہو اور یہ سہولت اسکول کے کسی دوسرے کمرے میں میسّر ہو تب طلبہ کو اُس کمرے میں لے جانا پڑے گا اور اس کے لیے کم از کم ایک پیریڈ یا اُس سے زیادہ وقت درکار ہوگا۔ ریڈیو یا ٹی وی وغیرہ پر مخصوص پروگراموں کے لیے چھٹّی کا دن استعمال کرنے میں بھی اساتذہ کو تامّل نہ ہونا

چاہیے۔ کسی ایک سرگرمی یا ایک ساتھ لی جانے والی کئی سرگرمیوں کا مجموعی دورانیہ اتنا طویل نہ ہونے پائے کہ طلبہ اُکتاہٹ محسوس کرنے لگیں۔ طلبہ کو آئندہ ہونے والی سرگرمی کی پیشگی اطلاع ہونی چاہیے تاکہ جن طلبہ کو وہ سرگرمی تفویض کی گئی ہے وہ اُسے پیش کرنے کے لیے تیار رہیں۔ بہتر ہے کہ جماعت میں اُس ماہ ہونے والی سرگرمی کا چارٹ لگا دیا جائے۔

اگر اساتذہ نے پوری دلجمعی سے ان ہدایات پر عمل کیا تو تھوڑے ہی دنوں میں وہ محسوس کریں گے کہ اب طلبہ کو رہنمائی کی بہت کم ضرورت پیش آ رہی ہے اور وہ ذوق وشوق سے سرگرمیوں میں حصّہ لے رہے ہیں۔

اساتذہ کی سہولت کے لیے ذیل میں ایک مثال دی جا رہی ہے جو طلبہ کو سنانے کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ یہاں دو تین سوالوں کے ذریعے جانچ کرنی ہے کہ طلبہ نے غور سے سنا ہے۔

ذیل میں دیا ہوا مکالمہ اساتذہ پہلی مرتبہ براہِ راست سنائیں۔ پھر طلبہ سے اس کی مشق کرائیں۔

مکالمہ

استاد : آج ہم ایک نیا سبق پڑھیں گے۔

جاوید : جناب! سب سے پہلے میں پڑھوں گا۔ کون سا سبق پڑھوں؟

استاد : نہیں! کتاب نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سبق بغیر کتاب کے پڑھا جائے گا۔ طارق تم کیا کر رہے ہو؟

طارق : جناب! میرے ڈیسک اور بینچ پر بہت دھول جمی ہوئی ہے۔ اسے صاف کر رہا ہوں۔

استاد : ہاں! آج کا سبق یہی ہے۔ تم سب لڑکے دھول صاف کیے بغیر بینچ پر بیٹھ گئے۔ ڈیسک پر ہاتھ رکھ دیے۔ دیکھو تمھارے ہاتھوں پر دھول لگ گئی ہے۔ تمھیں معلوم ہے، ہمارے اسکول کی صفائی کون کرتا ہے؟

انور : جی جناب! رحیم چاچا۔

استاد : ہاں، رحیم چاچا اِن دنوں بیمار ہیں، تو کیا جب تک وہ بیمار رہیں گے، ہماری کلاس اسی طرح دھول میں اَٹی رہے گی؟

طارق : جی نہیں۔ ہم لوگ دو دو چار چار لڑکے مل کر کلاس کی صفائی کر لیا کریں گے۔

شفیق : میں کل گھر سے جھاڑن کے لیے کپڑا لے آؤں گا۔

اکبر : ایک کپڑا میں بھی لاؤں گا۔ اسے گیلا کر کے سارے ڈیسک اور بینچ صاف کر لیا کریں گے۔

استاد : شاباش! آپ سب اچھے بچّے ہیں۔ اپنا کام خود کرنا جانتے ہیں۔

حمد

ڈاکٹر محبوب راہیؔ

پیدائش : ۲۰ رجون ۱۹۳۹ء

ڈاکٹر محبوب راہیؔ اُردو کے مشہور شاعر ہیں۔ وہ ضلع بلڈانہ کے ماٹر گاؤں (کُھرد) میں پیدا ہوئے۔ ان کی شاعری اور تنقید کے علاوہ بچوں کے لیے نظموں کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ادبِ اطفال میں ان کی خدمات پر ساہتیہ اکیڈمی (دہلی) نے انھیں انعام سے نوازا ہے۔

حمد، خدا کی تعریف کو کہتے ہیں۔ شاعر نے اس نظم میں خدا کی بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔

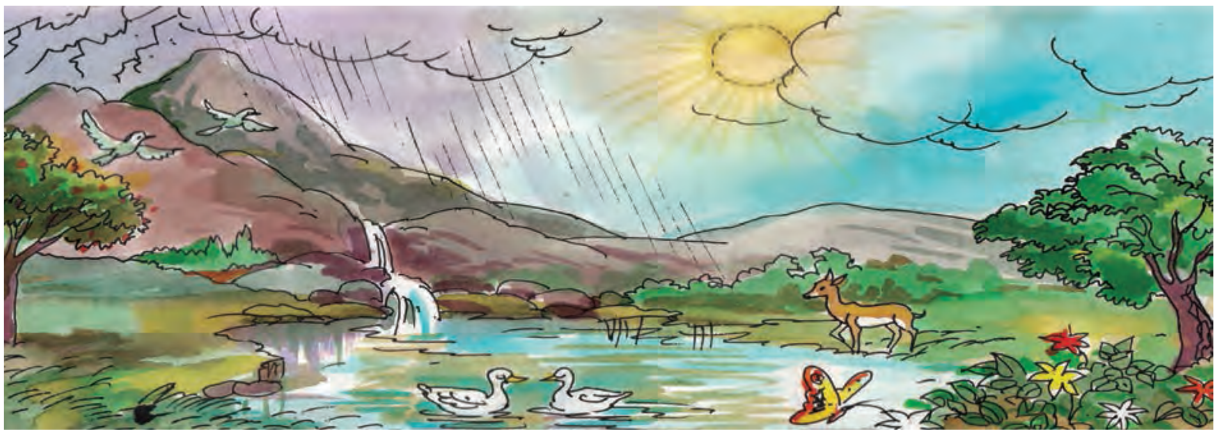

اے جہاں بھر کے پالنے والے
جان مٹّی میں ڈالنے والے

یہ زمیں ، آسمان تیرے ہیں
یعنی دونوں جہان تیرے ہیں

تو نگہباں ہے ، پاسباں تؤ ہے
اے خدا ، سب پہ مہرباں تو ہے

سب کے ہونٹوں پہ نام ہے تیرا
تذکرہ صبح و شام ہے تیرا

پھؤل صحرا میں تؤ کِھلاتا ہے
مارتا ہے ، تؤ ہی جِلاتا ہے

یہ ہَوا تیرے دَم سے چلتی ہے
حُکم سے تیرے ، رُت بدلتی ہے

خالقِ بحر و بر ہے تؤ ، یا رب
مالکِ خُشک و تر ہے تؤ ، یا رب

سب کو حاصل ہیں نعمتیں تیری
عام ہیں سب پہ رحمتیں تیری

ذرّے ذرّے پہ اختیار ترا
فضل ہے سب پہ بے شمار ترا

تیری ہر شے پہ حُکمرانی ہے
تو ہے باقی ، ہر ایک فانی ہے

جان مٹّی میں ڈالنے والے	-	یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بے شمار چیزیں پیدا کی ہیں۔ اللہ نے انسان کو بھی مٹی ہی سے پیدا کیا ہے۔
نگہبان	-	حفاظت کرنے والا
پاسبان	-	دیکھ بھال کرنے والا
صحرا	-	ریگستان
تذکرہ	-	ذکر
رُت	-	موسم

جِلانا	-	زندگی دینا
حکمرانی	-	حکومت
تیرے دَم سے	-	تیری وجہ سے
خالقِ بحر و بر	-	پوری کائنات کو پیدا کرنے والا
مالکِ خُشک و تر	-	ہر چیز کا مالک
باقی	-	ہمیشہ رہنے والا
فانی	-	فنا ہونے والا، ختم ہو جانے والا

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ شاعر نے جہان کا پالنے والا کسے کہا ہے؟

۲۔ 'دونوں جہان' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

۳۔ صبح و شام کس کا تذکرہ کیا جاتا ہے؟

۴۔ وہ مصرع لکھیے جس میں زندگی اور موت کی طرف اشارہ ہے۔

نظم کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ سب کے .... پہ نام ہے تیرا .... صبح و شام ہے تیرا

۲۔ ذرّے ذرّے پہ .... ترا فضل ہے سب پہ .... ترا

۳۔ تیری ہر شے پہ .... ہے تو ہے باقی ، ہر ایک .... ہے

اپنے دوست سے بات چیت کیجیے کہ.....

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کون سی نعمتیں عطا کی ہیں؟

۲۔ اللہ تعالیٰ کی وہ کون سی رحمتیں ہیں جو سب کے لیے عام ہیں؟

غور کرکے بتائیے۔

اللہ تعالیٰ مٹّی سے کون کون سی چیزیں پیدا کرتا ہے؟

سرگرمی : یہ حمد اپنے بھائی بہن یا دوست کو پڑھ کر سنائیے۔

۲ حضرت ابوبکر صدّیقؓ

محمد حسن فاروقی

پیدائش : ۲؍دسمبر ۱۹۴۱ء

محمد حسن فاروقی ایولہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ مالیگاؤں میں درس و تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد وہ بھیونڈی میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے کئی تعلیمی مضامین مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

اس سبق میں محمد حسن فاروقی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی کے بعض نہایت اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ تھے۔ آپؓ حضورؐ کے عزیز دوست ہونے کے ساتھ ساتھ رشتے دار بھی تھے۔ آپؓ کی سخاوت، جرأت، انصاف اور علم و دانائی کے واقعات تاریخ میں مشہور ہیں۔

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ مکّے میں ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ اچھّے اخلاق کی وجہ سے لوگ اُن کی بہت عزّت کرتے تھے۔ اِسلام قبول کرنے سے پہلے بھی وہ شرک اور شراب نوشی کو بُرا جانتے تھے۔ جب حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انھوں نے اُسے فوراً قبول کرلیا۔ اس کے بعد وہ تَن مَن دَھن سے دین کو پھیلانے میں لگ گئے۔

اُس زمانے میں عرب میں غلامی کا رواج تھا۔ بہت سے غلام اسلام میں داخل ہوگئے تھے اس لیے انھیں اپنے مالکوں کے ظلم کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اُن غلاموں میں حضرت بلالؓ بھی شامل تھے۔ ایک دن حضرت ابوبکرؓ دوپہر کے وقت راستے سے گُزر رہے تھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ حضرت بلالؓ کے آقا نے انھیں تپتی ریت پر لٹا دیا ہے اور اُن کے سینے پر بڑا سا پتّھر رکھ کر دھمکی دے رہا ہے کہ "اسلام چھوڑ دے ورنہ تجھے تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں گا۔" وہ روزانہ حضرت بلالؓ کو اسی طرح تکلیفیں دیتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ اِس دردناک منظر کی تاب نہ لا سکے۔ اُنھوں نے اس ظالم آقا سے حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اسی طرح اُنھوں نے ایسے بہت سے غلام خرید کر آزاد کیے۔

مکّے میں خود حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے جاں نثاروں کو بہت ستایا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ ہمیشہ اِس بات کا خیال رکھتے تھے کہ حضورؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ جب کبھی ایسا کوئی واقعہ پیش آتا، وہ فوراً موقع پر پہنچ جاتے اور آپؐ کا ساتھ دیتے۔

ایک مرتبہ دشمنوں نے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جسمانی تکلیف پہنچانے لگے۔ کسی میں اُن کو روکنے کی ہمّت نہ تھی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اپنی جان کی پروا نہ کی۔ وہ دشمنوں کے مجمع میں گُھس گئے اور حضورؐ کو اُن کے درمیان سے نکال لائے۔

جب مکّہ والوں کا ظلم اور زیادتی بڑھتی گئی تو اللہ کے حکم سے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکّے سے ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ ہی کو اپنے سفر کا ساتھی چُنا۔ ایک رات دونوں نے مکّے کو الوداع کہا، وہ جبلِ ثَور پہنچے اور اُس کے ایک

غار میں تین راتوں تک ٹھہرے رہے۔ یہ غار، غارِ ثور کہلاتا ہے۔ اِس دوران میں بھی حضرت ابوبکرؓ نے ہر طرح سے حضورؐ کا خیال رکھا۔

مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت ابوبکر صدّیقؓ ایک عام مُہاجر کی سی زندگی بسر کرنے لگے۔ مدینے میں ایک مسجد تعمیر کرنی تھی جس کے لیے حضورؐ نے زمین کا ایک ٹکڑا پسند کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے نہ صرف اُس کی قیمت ادا کی بلکہ خود سرورِ عالمؐ کے ساتھ مسجد بنانے میں شریک رہے۔

ایک مرتبہ دشمنوں سے مقابلے کے لیے کثیر رقم کی ضرورت تھی۔ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ساتھیوں سے مدد کرنے کے لیے کہا۔ اِس نیک کام میں ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر کا سارا مال و اسباب اُٹھا لائے اور حضورؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپؐ نے پوچھا، "ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟" انھوں نے جواب دیا، "اُن کے لیے اللہ اور اُس کا رسولؐ کافی ہیں۔"

اخیر عمر میں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم بہت بیمار ہوگئے۔ نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں آنے کی طاقت بھی آپؐ میں نہ رہی۔ حضرت عائشہؓ کے ذریعے آپؐ نے حضرت ابوبکر صدّیقؓ کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کی بات کیسے ٹال دیتے۔ چنانچہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جگہ اُنھوں نے مسجدِ نبوی میں تین دن نماز پڑھائی۔

حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اُس وقت انھوں نے مسجد میں بڑی اثر انگیز تقریر کی۔ انھوں نے فرمایا، "اے لوگو! میں تمھارا حاکم بنایا گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو اُس میں میری مدد کرو اور اگر مجھ سے کوئی بھُول ہو جائے تو مجھے ٹوکو۔"

خلیفہ بننے کے بعد بھی حضرت ابوبکر صدّیقؓ سادہ زندگی گزارتے رہے۔ وہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے اور معمولی کھانا کھاتے تھے۔ غریبوں اور مسکینوں پر بے حد مہربان تھے۔ وہ محتاجوں کی ضرورت اِس طرح پوری کرتے کہ دوسروں کو خبر تک نہ ہوتی۔

حضرت ابوبکر صدّیقؓ کی خلافت کی مدّت دو برس اور تین مہینے تھی۔ اتنی مختصر مدّت میں اُنھوں نے جس خوبی سے اپنی ذمّے داریوں کو پورا کیا، اُس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کو کئی باتوں میں اوّلیت کا شَرَف حاصل ہے۔ مَردوں میں سب سے پہلے اُنھیں نے اسلام قبول کیا۔ قرآن مجید کو سب سے پہلے کتابی شکل میں جمع کرایا اور اسلامی ریاست میں بیتُ المال قائم کیا۔ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انھیں 'صدّیق' کا لقب دیا تھا۔ وہ پہلے شخص ہیں جن کو پیارے نبیؐ نے کسی لقب سے نوازا۔

حضرت ابوبکرؓ تقریباً تیئیس سال اللہ کے رسولؐ کی پاک صحبت میں رہے۔ وہ ایک دن کے لیے بھی حضورؐ سے جُدا نہیں ہوئے۔ بڑی سے بڑی مشکل میں بھی انھوں نے آپؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا اسی لیے ایک موقع پر حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، "بے شک جان و مال کے لحاظ سے ابوبکر سے زیادہ مجھ پر کسی اور کا احسان نہیں ہے۔" یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ رونے

لگے اور عرض کی، "یا رسول اللہؐ! یہ جان و مال کیا کسی اور کے لیے ہیں؟" ایک موقع پر حضورؐ نے فرمایا، "ابوبکر! میں نے تمام لوگوں کے احسانات کا بدلہ چکا دیا ہے لیکن تمھارے احسانوں کا بدلہ اللہ تعالیٰ دے گا۔"

حضرت ابوبکر صدّیقؓ کا انتقال ۶۳۴ء میں ہوا۔ انھیں مسجدِ نبوی میں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

****

خلیفہ - نائب، اللہ کے قانون کے مطابق حکومت کرنے والا

شرک - اللہ کی ذات اور صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا

دین - مراد اسلام

تاب نہ لانا - برداشت نہ کرنا

ہِجرت - وطن کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا۔ عام طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مکّے سے مدینہ تشریف لے جانے کو ہجرت کہا جاتا ہے۔

جبلِ ثَور - مکّے کے قریب ایک پہاڑ کا نام

مُہاجر - ہجرت کرنے والا

سَرورِ عالَم - مراد حضرت محمدؐ

اخیر - آخری

وِصال ہونا - انتقال کر جانا

اثر انگیز - اثر ڈالنے والا

مسکین - غریب

شرف - بزرگی، بڑائی (اصل لفظ شَرَف ہے۔ بول چال میں شُرف بھی کہتے ہیں۔)

بیتُ المال - اسلامی حکومت کا خزانہ

لقب - کسی خصوصیت کی وجہ سے دیا گیا نام

مشق

❊ درج ذیل الفاظ میں سے مناسب لفظ چن کر جملے پورے کیجیے۔

(مدد ، غلامی ، مہاجر ، جان و مال ، منظر)

۱۔ اُس زمانے میں عرب میں .... کا رواج تھا۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ اِس دردناک .... کی تاب نہ لا سکے۔

۳۔ مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت ابوبکر صدّیقؓ ایک عام .... کی سی زندگی بسر کرنے لگے۔

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے .... کرنے کے لیے کہا۔

۵۔ یا رسول اللہ! یہ .... کیا کسی اور کے لیے ہیں؟

❊ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت ابوبکر صدّیقؓ کن باتوں کو بُرا جانتے تھے؟

۲۔ مکّہ چھوڑنے کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس مقام پر قیام کیا؟

۳۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدّیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم کیوں دیا؟

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کس بات پر حضرت ابوبکرؓ رونے لگے؟

۵۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ کو کہاں دفن کیا گیا؟

❊ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ حضرت بلالؓ کا آقا ان پر کس طرح ظلم کرتا تھا؟

۲۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو ظلم وستم سے کس طرح نجات دِلائی؟

۳۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے کس طرح بچایا؟

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کیوں کی؟

۵۔ دشمنوں سے حفاظت کے لیے حضرت ابوبکرؓ نے کیا قربانی دی؟

۶۔ حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنتے ہی لوگوں سے کیا کہا؟

سرگرمی:

حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کا کوئی اہم واقعہ معلوم کرکے اپنے دوست کو سنائیے۔

اعادہ :

ذیل کے جملے غور سے پڑھیے اور ان میں اِسم اور فعل پہچانیے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ مکّے میں پیدا ہوئے۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ نے حضرت بلالؓ کو ظالم آقا سے خرید کر آزاد کر دیا۔

۳۔ مدینے میں ایک مسجد تعمیر کرنی تھی جس کے لیے حضورؐ نے زمین کا ایک ٹکڑا پسند کیا۔

آیئے زبان سیکھیں

ذیل کے جملے غور سے پڑھیے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ مکّے میں پیدا ہوئے۔ وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔

۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّے سے ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے سفر کا ساتھی چُنا۔

۳۔ ”ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟“ ”ان کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ کافی ہیں۔“

ان جملوں میں ’وہ‘ حضرت ابوبکر صدّیقؓ کے لیے، ’آپ‘ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، ’تم‘ ابوبکرؓ کے لیے اور ’ان‘ گھر والوں کے لیے استعمال کیے گئے الفاظ ہیں۔ یہ تمام الفاظ اسم کے بدلے استعمال ہوئے ہیں۔ انھیں **’ضمیر‘** کہتے ہیں۔ چونکہ یہ الفاظ الگ الگ شخص کے لیے استعمال کیے گئے ہیں اس لیے انھیں **’ضمیرِ شخصی‘** کہتے ہیں۔ اسی طرح ’میں‘ اور ’ہم‘ بھی ضمیرِ شخصی ہیں جو بولنے والا اپنے آپ کے لیے استعمال کرتا ہے۔

ذیل کے جملوں میں ضمیریں تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ وہ روزانہ حضرت بلالؓ کو اسی طرح تکلیفیں دیتا تھا۔

۲۔ میں تمھارا حاکم بنایا گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں۔

۳۔ کسی میں ان کو روکنے کی ہمت نہ تھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ :

”زندگی سادہ اور مختصر ہونا چاہیے
ورنہ
قیامت کے دن حساب میں بڑی پریشانی ہوگی۔“

گنگا

حفیظ جالندھری

پیدائش: ۱۴؍جنوری ۱۹۰۰ء وفات: ۲۱؍دسمبر ۱۹۸۲ء

ابوالاثر حفیظ جالندھری جالندھر (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ وہ بچپن ہی سے شعر کہنے لگے تھے۔ ان کی سب سے مشہور نظم 'شاہ نامۂ اسلام' ہے۔ اس میں اسلامی تاریخ کو بہت تفصیل سے منظوم کیا گیا ہے۔ حفیظ جالندھری نے مختلف موضوعات پر نظمیں اور گیت بھی لکھے ہیں۔ ان کی شاعری کے مجموعے 'نغمہ زار' اور 'سوز و ساز' مشہور ہیں۔ ان کا انتقال لاہور میں ہوا۔

دریائے گنگا کی تعریف میں لکھی گئی یہ نظم بہت مقبول ہے جس میں اس دریا سے ہندوستانیوں کی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ نہایت سادہ زبان میں کہی گئی اس نظم میں روانی بہت ہے۔

اے شاندار گنگا
اے پُر بہار گنگا
گنگوتری سے نکلی کیسی اُچھل اُچھل کر
اور پربتوں سے اُتری پہلو بدل بدل کر
پتّھر بہائے تو نے جو راستے میں آئے
کوُدی بلندیوں سے ، جلوے عَجَب دِکھائے
اِک راہ میں بنائے سَو آبشار گنگا
اے شاندار گنگا
اے پُر بہار گنگا
جنگل پہاڑ چھوڑے ، میداں بسائے تو نے
اب اور ہی طرح کے نقشے جمائے تو نے
گنگا بہائی ایسی ، کھیتوں کو بھر دیا ہے
پودوں کو جان دی ہے ، پھوُلوں کو زر دیا ہے
سیراب کردیا ہے ہر لالہ زار ، گنگا
اے شاندار گنگا
اے پُر بہار گنگا

راتوں کو چاند تارے لہروں میں جھؤمتے ہیں
پھؤلوں بھرے کنارے پیروں کو چؤمتے ہیں
سؤرج بکھیرتا ہے کِرنوں کے ہار تجھ پر
اور کرتی ہیں ہوائیں نقش و نِگار تجھ پر
سب ہیں نثار تجھ پر ، سب ہیں نثار ، گنگا
اے شاندار گنگا
اے پُر بہار گنگا

****

گنگوتری – ہمالیہ کا وہ مقام جہاں سے گنگا نکلتی ہے۔
پربت – پہاڑ
پہلؤ بدلنا – مراد دریا کا لہرا کر بہنا
نقشے جمائے تو نے – مراد یہ کہ گنگا جہاں جہاں سے بہتی آئی، ان علاقوں کو سرسبز و شاداب کر دیا۔
گنگا بہانا – سخاوت کرنا، بہت زیادہ دے دینا، فائدہ پہنچانا

پھولوں کو زر دیا ہے – مراد پھولوں کو طرح طرح کے رنگ روپ سے سجایا ہے۔
سیراب کرنا – پانی سے بھر دینا
لالہ زار – چمن، باغ
نقش و نگار کرنا – مراد ہوا کے چلنے سے پانی میں لہروں کا بننا
نثار ہونا – قربان ہونا

مشق

❋ نظم کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ اور پربتوں سے اُتری .... بدل بدل کر
۲۔ اک راہ میں بنائے سو .... گنگا
۳۔ پودوں کو جان دی ہے پھولوں کو .... دیا ہے
۴۔ راتوں کو چاند تارے .... میں جھومتے ہیں
۵۔ سب ہیں .... تجھ پر سب ہیں نثار، گنگا

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ گنگا کہاں سے نکلتی ہے؟
۲۔ گنگا پربتوں سے کیسے اُترتی ہے؟
۳۔ گنگا کے راستے میں آنے پر پتھروں کا کیا انجام ہوتا ہے؟
۴۔ آبشار کیسے بنتے ہیں؟
۵۔ "پودوں کو جان دی ہے" سے کیا مراد ہے؟
۶۔ کرنوں کے ہار کون بکھیرتا ہے؟

❋ درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے۔

جنگل پہاڑ چھوڑے ، میداں بسائے تو نے
اب اور ہی طرح کے نقشے جمائے تو نے

سرگرمی:

۱۔ اس نظم کو جماعت میں اجتماعی طور پر پڑھیے۔
۲۔ علامہ اقبالؔ کی نظم 'ہمالہ' تلاش کر کے پڑھیے۔

❋ دریا جہاں سے نکلتا ہے، اس جگہ کو 'منبع' کہتے ہیں۔ میدانی علاقے میں دریا جب کسی دوسرے دریا سے ملتا ہے تو اس مقام کو 'سنگم' کہا جاتا ہے اور دریا جہاں سمندر سے ملتا ہے، وہ مقام 'دہانہ' کہلاتا ہے۔

تین کچھوے

اطہر پرویز

یہ ایک لوک کہانی ہے۔لوک کہانیاں زیادہ تر سنی سنائی ہوتی ہیں اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچ جاتی ہیں۔ان میں بتائی ہوئی عقل مندی کی باتیں ہماری سمجھ میں آسانی سے آجاتی ہیں۔ایسی کہانیاں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔اس کہانی میں اُردو کے معروف ادیب اطہر پرویز نے بڑے دلچسپ انداز میں یہ بتایا ہے کہ ایک دوسرے پر اعتبار نہ کرنے سے کیسی مضحکہ خیز صورت پیدا ہوجاتی ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے، تین کچھوے پانی میں رہتے رہتے اُکتا گئے۔انھوں نے سوچا کہ پہاڑوں کی سیر کرنا چاہیے جہاں سمندر کی طرح طوفان نہیں آتے اور ہر وقت امن وسکون ہوتا ہے۔یہ سوچ کر تینوں پہاڑ کی سیر کے لیے نکل پڑے۔ انھوں نے اپنے ساتھ کھانے کا بہت سا سامان لیا۔ان کا سفر بہت لمبا تھا کیونکہ سمندر سے پہاڑ کا فاصلہ سیکڑوں میل کا تھا۔ پھر یہ کہ کچھوے رینگ کر بھی تو چلتے ہیں۔

تینوں کچھوے پہاڑ کی طرف چلتے رہے۔ چلتے رہے۔راستہ لمبا تھا اور ہر طرف جھاڑ جھنکاڑ۔لیکن کچھوے بھی دُھن کے پکّے تھے۔وہ ہر تکلیف کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔آخر کار ان کو بہت دور پہاڑ دِکھائی دیے جو برف سے ڈھکے ہوئے تھے۔ان کو یہاں پہنچتے پہنچتے بیسیوں سال گزر گئے۔اتنے دنوں کے بعد جو انھیں منزل دِکھائی دی تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔انھوں نے پہاڑ کے دامن میں ایک اچھی سی جگہ پسند کی اور سوچا کہ یہاں کچھ دن آرام کریں۔

ہوا ہلکے ہلکے چل رہی تھی۔سردی کا زمانہ تھا لیکن کچھوے کا خول اتنا موٹا اور سخت ہوتا ہے جیسے فولاد۔اس پر سردی کا کیا اثر ہوتا۔برفیلی ہوائیں آتیں تو کچھوے اپنا منہ موٹے خول میں چھپا لیتے۔انھیں پتا بھی نہ چلتا کہ ہوا کتنی ٹھنڈی ہے۔

کچھوؤں کو یہاں پہاڑ کے دامن میں بہت اچھا لگا۔انھیں اس بات پر حیرت ہوئی کہ آدمی بھی کیسا بے وقوف ہے جو اتنی اچھی جگہ چھوڑ کر سمندروں میں گھومتا پھرتا ہے۔ان کو بہت زور کی بھوک لگی۔وہ کھانے کی تیاری کرنے لگے۔انھوں نے بہت سے بڑے بڑے پتّے اکٹّھا کیے۔بڑے سلیقے سے ان پتّوں پر اپنا کھانا رکھا۔جب کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو دیکھا کہ یہاں پانی کا نام ونشان بھی نہیں۔ ہر طرف برف ہی برف ہے۔تب انھیں خیال آیا کہ اب کھانے کے بعد پینے کے لیے پانی کہاں سے آئے گا؟ پھر اگر پاس پڑوس میں پانی ملا بھی تو پتا نہیں کیسا ہو؟ ان کی عادت سمندر کا پانی پینے کی تھی۔ اسی سے ان کا کھانا ہضم ہوتا تھا۔تینوں کچھوے سوچ میں پڑ گئے۔ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کِیا جائے۔وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔تب بڑے کچھوے نے منجھلے کچھوے سے کہا،''تم جاؤ اور سمندر سے پانی لے آؤ۔پھر ہم اطمینان سے بیٹھ کر کھائیں گے۔''

منجھلا کچھوا بولا،''میری رائے تو یہ ہے کہ چھوٹے کچھوے کو جانا چاہیے۔وہ اس وقت بھی خاصا چست و چالاک معلوم

ہوتا ہے، میں تو بہت تھک گیا ہوں۔"

چھوٹے کچھوے نے بہت آنا کانی کی مگر دونوں اس کے پیچھے پڑ گئے اور اس کی ایک نہ چلی۔ مجبوٗر ہو کر چھوٹے کچھوے کو ان کی بات ماننی پڑی۔ وہ بولا، "میں چلا تو جاؤں گا مگر مجھے یقین ہے میرے جانے کے بعد تم میرا انتظار کیے بغیر کھانا چٹ کر جاؤ گے۔"

دونوں کچھووں نے کہا، "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ہم تمھارا انتظار کریں گے، کرتے رہیں گے۔"

چھوٹا کچھوا سنجیدگی سے بولا، "مجھے یقین ہے کہ تم میرا انتظار نہیں کرو گے۔" مگر دونوں نے بڑی خوشامد کی اور اس سے خوب پکّا وعدہ کر لیا کہ جب تک تم نہ آؤ گے، ہم کھانے کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔

آخر چھوٹا کچھوا چلا گیا۔ اب دونوں کچھوے بیٹھے انتظار کرتے رہے۔ انتظار کرتے کرتے مہینے گُزر گئے، سال گُزر گئے۔ دس سال گُزر ے، بیس سال گُزرے، تیس سال گُزرے، چالیس سال گُزرے، یہاں تک کہ پچاس سال گُزر گئے مگر چھوٹے کچھوے کو نہ آنا تھا، نہ آیا۔ اب تو ان دونوں کا مارے بھوک کے بُرا حال ہو گیا۔ اُن کو یقین ہو گیا کہ ضرور کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آیا ہے ورنہ، کوئی وجہ نہ تھی کہ چھوٹا کچھوا پانی لے کر نہ آتا۔ انھوں نے سوچا اب زیادہ انتظار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر اس کو آنا ہوتا تو اب تک آجاتا۔

آخر بھوٗک سے بے قابوٗ ہو کر دونوں کچھوے کھانے کی طرف بڑھے۔ انھوں نے ابھی کھانے میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ چھوٹا کچھوا چٹان کے پیچھے سے اچانک سامنے آیا اور بولا، "میں جانتا تھا کہ تم دونوں ہرگز میرا انتظار نہ کرو گے اسی لیے تو میں پانی لانے گیا ہی نہیں۔ یہیں بیٹھا ہوا سب دیکھ رہا تھا۔"

دونوں کچھوے بھونچکّا رہ گئے۔ کہتے تو کیا کہتے!

****

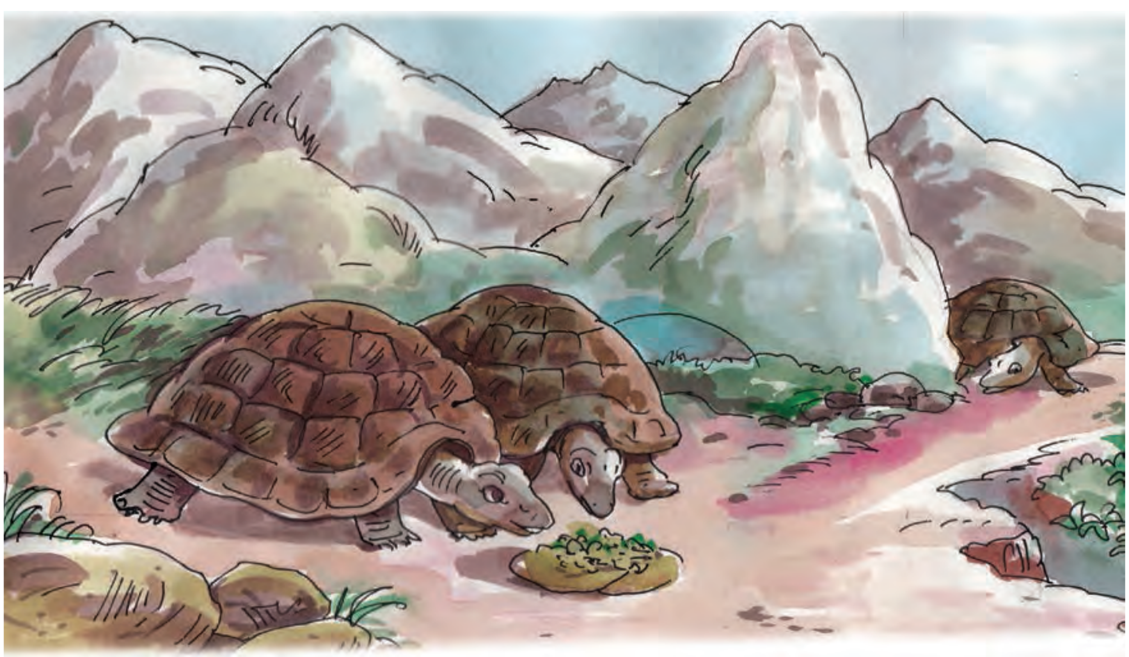

جھاڑ جھنکاڑ	-	جھاڑیاں	آنا کانی کرنا	-	بہانے کرنا
دُھن کا پکّا ہونا	-	ارادے کا پکّا ہونا	ایک نہ چلنا	-	کوئی بہانہ کام نہ آنا
خوشی کا ٹھکانا نہ رہنا	-	بہت خوش ہونا	چٹ کر جانا	-	سب کچھ کھا جانا
نام ونشان نہ ہونا	-	موجود نہ ہونا	بھونچکّا رہ جانا	-	بہت حیران ہونا

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ کچھوے کہاں رہتے تھے؟
۲۔ وہ جملہ لکھیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر سے پہاڑ کا فاصلہ زیادہ تھا۔
۳۔ پہاڑ کس چیز سے ڈھکے ہوئے تھے؟
۴۔ کچھووں نے آرام کے لیے کون سی جگہ پسند کی؟
۵۔ دونوں کچھووں نے چھوٹے کچھوے سے کیا وعدہ کیا؟
۶۔ دونوں کچھووں نے کھانا شروع کرنا چاہا تو کیا ہوا؟

اس سبق سے ایک جملے میں جواب والے مزید پانچ سوال بنائیے اور ان کے جواب لکھیے۔

وجہ بتائیے۔

۱۔ کچھووں نے سوچا کہ پہاڑوں کی سیر کرنا چاہیے۔
۲۔ کچھووں کو دھن کے پکّے کہا گیا ہے۔
۳۔ کچھووں نے آدمی کو بے وقوف کہا۔
۴۔ کچھوے سمندر کا پانی ہی پینا چاہتے تھے۔

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ کچھوے سردی کا مقابلہ کس طرح کرتے تھے؟
۲۔ کچھووں نے کھانا کھانے کے لیے کیا انتظام کیا؟
۳۔ سمندر سے پانی لانے کے لیے منجھلے کچھوے نے کیا رائے دی؟
۴۔ چھوٹا کچھوا پانی لانے کے لیے جانے سے کیوں کترا رہا تھا؟
۵۔ دونوں کچھووں کو کس بات کا یقین ہو گیا؟

ذیل کے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

رہتے رہتے ، پہنچتے پہنچتے ، ہلکے ہلکے ، بڑے بڑے

❄ کس نے کس سے کہا۔

۱۔ "تم جاؤ اور سمندر سے پانی لے آؤ۔ پھر اطمینان سے بیٹھ کر کھائیں گے۔"

۲۔ "میری تو رائے یہ ہے کہ چھوٹے کچھوے کو جانا چاہیے۔"

۳۔ "ہم تمھارا انتظار کریں گے، کرتے رہیں گے۔"

۴۔ "میں جانتا تھا، تم دونوں ہرگز میرا انتظار نہ کرو گے۔"

❄ ذیل کے سوالوں کے متعلق اپنے دوستوں سے بات چیت کیجیے۔

۱۔ کیا دونوں کچھوؤں کا کھانا شروع کرنا درست تھا؟

۲۔ کیا چھوٹے کچھوے کا چٹان کے پیچھے چھپے رہنا صحیح تھا؟

سرگرمی :

۱۔ اپنے دوست کو 'خرگوش اور کچھوے' کی کہانی سنائیے۔

۲۔ صفحہ ۱۴ پر دی ہوئی تصویر کو چار پانچ جملوں میں بیان کیجیے۔

۳۔ اپنے استاد سے معلوم کیجیے کہ کچھوے کی اوسط عمر کیا ہوتی ہے؟

آئیے زبان سیکھیں

پچھلی جماعت میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ اسم کی کیفیت یا حالت بتانے والے لفظ کو **صفت** کہتے ہیں، مثال کے طور پر یہ جملے دیکھیے :

ایک ٹوٹا پھوٹا مکان تھا۔ وہاں ایک عورت پرانی رضائی اوڑھے لیٹی تھی۔ گندے کپڑوں میں دو بچے زمین پر بیٹھے تھے۔

ان جملوں میں 'ٹوٹا پھوٹا مکان/ پرانی رضائی/ گندے کپڑے' لفظوں میں 'ٹوٹا پھوٹا، پرانی، گندے' صفت ہیں۔ جو 'مکان، رضائی، کپڑوں' کی حالت بتانے والے الفاظ ہیں۔ یہ دوسرے الفاظ اسم ہیں۔ ان کی صفت ساتھ آنے سے انھیں **موصوف** بھی کہتے ہیں۔

صفت	موصوف
ٹوٹا پھوٹا	مکان
پرانی	رضائی
گندے	کپڑے

نیچے دیے ہوئے جملوں میں صفت اور موصوف تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ انھیں ایک اچھی جگہ پسند آئی۔

۲۔ وہ اپنا منہ موٹے خول میں چھپا لیتے۔

۳۔ وہاں برفیلی ہوائیں چل رہی تھیں۔

۴۔ انھوں نے بڑے بڑے پتّے اکٹھا کیے۔

۵۔ دونوں نے اس سے خوب پکّا وعدہ کرلیا۔

۶۔ چھوٹا کچھوا پانی لینے گیا۔

اُمّید

مولانا الطاف حسین حالؔی

پیدائش : ۱۸۳۷ء وفات : ۱۹۱۴ء

مولانا الطاف حسین حالؔی پانی پت میں پیدا ہوئے۔ انھیں پڑھنے کا اس قدر شوق تھا کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے گھر بار چھوڑ کر دہلی چلے گئے جہاں انھوں نے مختلف علوم سیکھے۔ حالؔی نے بچوں کے لیے بھی اچھی اچھی نظمیں لکھیں۔ 'یادگارِ غالب'، 'مدوجزرِ اسلام'، 'حیاتِ جاوید' وغیرہ ان کی مشہور کتابوں کے نام ہیں۔

اس نظم میں حالؔی نے انسان کی زندگی میں 'اُمّید' کی اہمیت کا ذکر کیا ہے۔

جب کوئی ناؤ ڈگمگاتی ہے آس جب دل کی ٹوٹ جاتی ہے
ساری دنیا نظر چُراتی ہے صرف اُمّید کام آتی ہے
یہ اگر دِل سے کوچ کرجائے
آدمی تِلمِلا کے مَرجائے

صبح و شام اور رات دِن مالی باغ کی کررہا ہے رکھوالی
پھول پتّوں سے گود ہے خالی آس نے جی میں جان ہے ڈالی
گرم جھونکے جو دِل جلاتے ہیں
پھول اُمّید کے لُبھاتے ہیں

جب کہ آتا ہے امتحاں سر پر اور کتابوں کے دیکھ کر گٹھّر
ٹوٹ جاتی ہیں ہمّتیں اکثر دِل سے اُمّید کہتی ہے بڑھ کر
اُٹھ ! سبق یاد کر ، اُداس نہ ہو
پھر یہ ممکن نہیں کہ پاس نہ ہو

غم کرے کس لیے اُداس ہمیں کامیابی کی جب ہے آس ہمیں
محنتوں سے نہیں ہِراس ہمیں اپنی اُمّید کا ہے پاس ہمیں
کتنی پیاری ہے ، کیا سُہانی ہے
دِل کی مَلکہ ہے ، مَن کی رانی ہے

نظر چُرانا	-	بچنے کی کوشش کرنا	رکھوالی کرنا	-	حفاظت کرنا
کام آنا	-	مدد کرنا	ہِراس	-	خوف، ڈر، نا اُمیدی

مشق

❋ **ایک جملے میں جواب لکھیے۔**

۱۔ ناؤ کب ڈگمگاتی ہے؟

۲۔ اُمّید کب کام آتی ہے؟

۳۔ باغ کی رکھوالی کون کرتا ہے؟

۴۔ ہمّتیں کب ٹوٹ جاتی ہیں؟

۵۔ اُمّید دِل سے کیا کہتی ہے؟

۶۔ آخری بند میں شاعر نے اُمید کو کیا کہا ہے؟

❋ **درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔**

۱۔ گرم جھونکے جو دِل جلاتے ہیں پھوُل اُمّید کے لُبھاتے ہیں

۲۔ اُٹھ ! سبق یاد کر ، اُداس نہ ہو پھر یہ ممکن نہیں کہ پاس نہ ہو

❋ **اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔**

سرگرمی:

اس نظم میں لفظ 'پاس' الگ الگ معنوں میں آیا ہے۔ اپنے استاد سے ان کا فرق معلوم کیجیے۔

گپ بازی کی سزا

عصمت چُغتائی

پیدائش: ۲۱/اگست ۱۹۱۵ء وفات: ۲۴/اکتوبر ۱۹۹۱ء

عصمت چغتائی بدایوں میں پیدا ہوئیں۔ ان کا خاندانی نام عصمت خانم چغتائی ہے۔ عصمت چغتائی افسانہ نگار کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ 'کلیاں'، 'شیطان'، 'چوٹیں' اور 'چھوئی موئی' ان کے افسانوں کے مجموعے ہیں۔ 'ٹیڑھی لکیر' اور 'ایک قطرۂ خون' ان کے مشہور ناول ہیں۔ اُن کی کہانیوں میں خواتین کی بول چال، رہن سہن اور ان کی خواہشوں اور تمناؤں کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔

گپ مارنا بُری عادت ہے۔ اگر کوئی شخص گپ باز مشہور ہو جائے تو پھر اُس کی سچی باتوں کا بھی لوگوں کو یقین نہیں آتا۔ اس سبق میں ایک ایسے ہی بچّے کی کہانی ہے جو اکثر گپ مارا کرتا اور بڑوں کے منع کرنے کے باوجود اپنی اس عادت سے باز نہ آتا تھا۔ اس عادت کی بنا پر ایک دن وہ بڑی مشکل میں پھنس جاتا ہے۔

ذیل کا سبق بچوں کے لیے لکھے گئے عصمت چغتائی کے ناول 'تین اناڑی' سے لیا گیا ہے۔

ببلو کو ہمیشہ سے گپّیں مارنے کا شوق تھا۔ ایسی ایسی ہانکتے کہ بس کیا بتایئے۔ ایک دن کہنے لگے، ”آئس لینڈ میں برف ہی برف ہوتی ہے۔ لوگ برف کے گھروں میں رہتے ہیں۔ وہاں برف کی سڑکیں، برف کے سنیما گھر، برف کے اسکول ہوتے ہیں۔ وہاں سب پیڑ برف کے ہوتے ہیں۔ آئس کریم کی نارنگیاں، کیلے، ناشپاتیاں، امرؤد، اناس اور آم ہوتے ہیں۔ وہاں بھیڑیں اور بکریاں چاکلیٹ آئس کریم کی ہوتی ہیں اور برف کی لال لال آگ پر برف کی روٹیاں پکتی ہیں۔“

”بے وقوف! برف کی کیسے آگ سلگ سکتی ہے۔“ جمّو سے زیادہ ضبط نہ ہو سکا۔

”جلتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے۔“

”نہیں بیٹے! برف کی آگ نہیں جلتی۔“ ابّا نے نہایت عالمانہ انداز میں عینک کے اوپر سے جھانک کر سمجھایا۔

”نہیں ابّا.... جلتی ہے۔“ ببلو نے بگڑ کر کہا۔

”تم نہایت بے وقوف ہو۔ نِرے احمق....!“ ابّا نے ڈانٹ کر ثابت کر دیا کہ ببلو گپ ہانک رہا ہے۔

ببلو کا بہت مذاق اُڑا اور ایک دم سے ان کی گپ بازی کی دھوم مچ گئی۔ اب تو یہ حال ہو گیا کہ اگر ببلو کہتے ”امّاں ہمیں بھوک لگی ہے“ تو کوئی یقین نہ کرتا۔

ایک دن جب ببلو اپنے کمرے میں سونے کے لیے گئے تو وہاں سے سرپٹ دوڑتے ہوئے آئے اور دادی امّاں کی گود میں چڑھ گئے۔

”اے ببلو، سوتے کیوں نہیں، جاؤ اپنے کمرے میں۔“ دادی امّاں بولیں۔

”نہیں۔“

"کیوں؟"

"شیر!"

"شیر! کیسا شیر؟"

"شیر!..... اِتّا بڑا!!" .... جتنے ہاتھ پھیل سکے پھیلا کر بللو نے ناپ بتایا۔

"کہاں ہے شیر؟" ابّا جان نے غصّہ کر کے پوچھا۔

"ہمارے پلنگ کے نیچے۔"

"پھر تم جھوٹ بولے۔" ابّا نے بڑی بڑی آنکھیں نکالیں۔

"سچ.... اللہ قسم!"

"جھوٹا کہیں کا....." دادی امّاں نے زور کا دھپ جمایا اور بللو کو اپنی گود سے بیگن کی طرح لڑھکا دیا۔

"چل سیدھی طرح جا کے سو اپنے کمرے میں....." امّاں نے للکارا۔

"نہیں.....امّاں.....شیر!"

"ہر وقت جھوٹ بولتا ہے۔" امّاں بولیں۔

"کس قدر گپّیں تراشتا ہے نالائق۔" ابّا نے رائے دی۔

"ڈرپوک بنا دیا ہے امّاں باوا نے لاڈ کر کے۔ دو کوڑی کا نہیں رہا بچّہ۔" دادی امّاں نے طعنہ مارا۔

بڑی دیر تک بللو کے جھوٹ پر تبصرہ ہوتا رہا۔ پھر لوگ اِدھر اُدھر کی باتوں میں بللو اور شیر دونوں کو بھول گئے۔ سب سونے کا پروگرام بنا ہی رہے تھے کہ میوہ رام مالی بوکھلایا ہوا آیا۔

"مجیب میاں، باہر دروغہ جی کھڑے ہیں۔"

دادی امّاں بڑبڑائیں، "لوگ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔ جان کو لگ گئے ہیں۔"

"ارے بلاؤ، بلاؤ.... آیئے انسپکٹر صاحب۔ کیسے تکلیف فرمائی؟" ابّا نے چبوترے پر سے پکارا۔

انسپکٹر کے ساتھ ایک گچھّے دار مونچھوں والے صاحب بھی تھے۔ وہ میوہ رام سے بھی زیادہ سٹپٹائے ہوئے تھے۔ دو چار لاٹھی بند کانسٹیبل بھی تھے۔ ابّا گھبرائے، کیا گڑبڑ ہوگئی؟

"خیریت تو ہے؟" ابّا نے پوچھا۔

"ویسے سب خیریت ہے۔ یہ سرکس کے منیجر صاحب ہیں۔" اُنھوں نے گچھّے دار مونچھوں والے کی طرف اشارہ کیا۔

"آداب عرض! آپ سے مل کر بڑی مسرّت ہوئی۔" ابّا بولے۔

"صاحب!.... وہ بات یہ ہے کہ سرکس کا ایک شیر چھوٹ گیا ہے۔"

"شیر!"

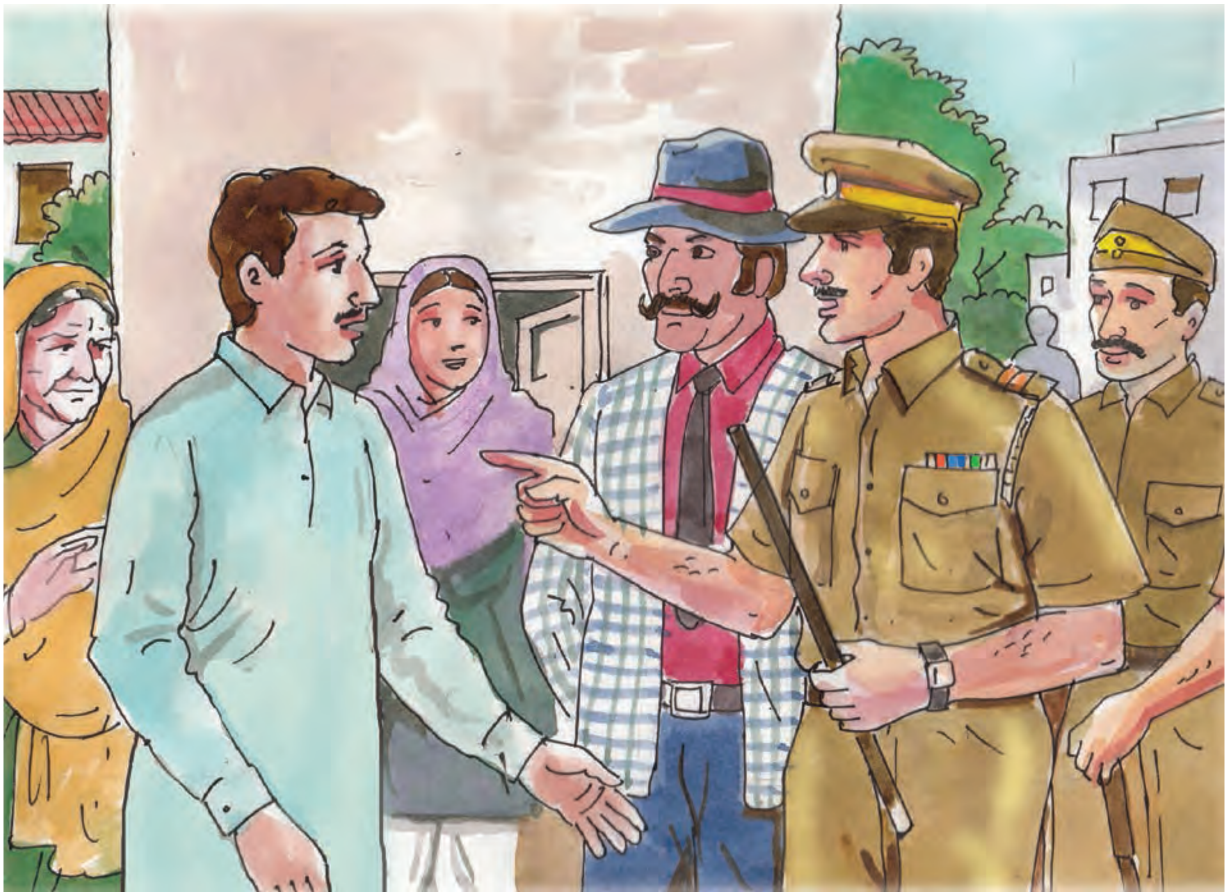

"جی ، شیر ... نہایت خوں خوار ہے۔ کل رِنگ ماسٹر کو بھی بھنبھوڑ ڈالا ہوتا، بال بال بچے۔ ابھی آپ کے پڑوس سے رئیس صاحب نے فون کیا کہ ایک عدد شیر آپ کے باغ میں گھومتا دیکھا گیا ہے۔

"با.... باغ.... شیر.... بلو!" ابّا مونڈھے پر ڈھلک گئے۔

"بلو سچ کہہ رہا تھا۔" اُنھوں نے سہم کر بلو کے کمرے کی طرف دیکھا جس کا ایک دروازہ باغ کی طرف کُھلتا تھا۔

"ہائے ...لوگو، میرا بلو ....!" امّاں جو کمرے سے سب کچھ سُن رہی تھیں، پچھاڑ کھا کر گدّے پر گریں۔ پھر اُٹھ کر وہ دوڑیں بلو کے کمرے کی طرف۔ اگر ابّا نے اُنھیں پکڑ نہ لیا ہوتا تو وہ سیدھی شیر کے جبڑوں میں گُھس جاتیں۔

"ہائے میرا بچّہ .....ارے، مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا کہ تم لوگوں پر بھاری ہے بچّہ ...اس کی جان لے کر چین آیا۔" حسبِ دستور دادی امّاں نے گھبرائے ہوئے امّاں اور ابّا کی ٹانگ لی۔

"ہائے میرا ننھّا مُنّا بلو۔ شیر نے چبا ڈالا، اور اُس نے ڈر کے مارے آواز بھی تو نہیں نکالی۔" خالہ امّاں رونے لگیں اور جمّو، شبّو بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

ابّا کا بُرا حال ہوگیا۔ وہ تو خالی ہاتھ ہی گُھس کر شیر سے گُتھ جانا چاہتے تھے۔ ان کا بس نہ تھا کہ شیر کے حلق میں ہاتھ ڈال کر اپنے لاڈلے بلو کو نکال لائیں۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے انھیں دلاسا دیا۔ بندوقیں اور لاٹھیاں لے کر سب آہستہ آہستہ بلو کے کمرے کی طرف بڑھے۔ اندر جھانکا تو دو بڑے بڑے انگارے پلنگ کے نیچے دہک رہے تھے۔ شیر پلنگ کے نیچے تھا

لیکن ببلو کا کہیں پتا نہیں تھا۔

گھر میں کُہرام مچ گیا۔ سرکس کے منیجر پنجرہ ساتھ لائے تھے۔ بڑی مشکل سے شیر کو پنجرے میں ڈالا گیا۔

"تعجّب ہے! نہ خون کے نشانات ہیں نہ ہڈّیاں!" انسپکٹر صاحب بولے۔

"ارے، وہ نِگوڑا تھا ہی کِتّا۔ ہائے میرا پھول سا ببلو!" دادی اماں کو غش آنے لگا۔

ایک دم آپا کی فلک شگاف چیخ فضا میں گونجی اور وہ لڑکھڑاتی آکر چوکی پر گریں۔ "بی بی.....ببلو!" جیسے اُنھوں نے بھُوت دیکھ لیا ہو۔

"کہاں.....کدھر؟" سب نے اُنھیں ہلا ڈالا۔

"غو.....غو.....غسل خانہ....."

امّاں دوڑیں۔ ابّا نے لپک کر انھیں پکڑ لیا۔ ببلو کی کٹی پھٹی لاش دیکھ کر کہیں وہ پاگل نہ ہو جائیں۔ کلیجا تھامے ابّا اور میوہ رام روتے بلبلاتے غسل خانے میں پہنچے لیکن وہاں کوئی لاش نہ تھی۔ ہاں، ببلو میاں گٹھری بنے گھڑے کے پاس اُکڑوں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔

"نامعقول یہاں بیٹھا ہے اور ہم ناحق پریشان ہو رہے ہیں۔" ابّا نے ایک چپت لگائی اور کان پکڑ کر ببلو کو اُٹھا لیا۔

کہاں ماتم ہو رہا تھا، کہاں ایک دم شادیانے بجنے لگے۔ سب نے ببلو کو گلے لگایا۔ ان کے اتنے لاڈ ہوئے، اتنے صدقے اُتارے گئے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی اللہ میاں کے ہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ اس دِن سے ببلو میاں نے گپ بازی بالکل چھوڑ دی۔

****

عالمانہ - عالم جیسا
اِتّا - اتنا
سرپٹ دوڑنا - تیز دوڑنا
تبصرہ - رائے، رائے زنی
مونڈھا - بید کی کرسی
ٹانگ لینا - ڈانٹنا، برا بھلا کہنا
گُتھ جانا - لڑائی کرنا
کہرام مچ جانا - ہنگامہ ہوجانا

نِگوڑا - نکمّا
کِتّا - کتنا
غش آنا - چکّر آنا
فلک شِگاف چیخ - تیز چیخ
ناحق - بِلاوجہ
شادیانے بجنا - خوشی کا ماحول بن جانا
صدقہ اُتارنا - اُتارا اُتارنا، کسی کے نام سے کوئی چیز خیرات کرنا

مشق

❄ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

ا۔ ببلو کو کس بات کا شوق تھا؟
۲۔ کس ملک کے لوگ برف کے گھروں میں رہتے ہیں؟
۳۔ ببلو دادی امّاں کی گود میں کیوں چڑھ گیا؟
۴۔ مالی نے کس کے آنے کی خبر دی؟
۵۔ گچھے دار مونچھوں والا کون تھا؟
۶۔ ببلو کے کمرے میں کون تھا؟
۷۔ ببلو کی بات پر کسی کو یقین کیوں نہیں آیا؟
۸۔ ببلو غسل خانے میں کیا کر رہا تھا؟

❄ مختصر جواب لکھیے۔

ا۔ ببلو نے آئس لینڈ کے بارے میں کیا بتایا؟
۲۔ ببلو کے کمرے میں شیر کو دیکھنے کے بعد امّاں اور ابّا جان کا کیا حال ہوا؟
۳۔ ابّا جان نے امّاں کو ببلو کے کمرے میں جانے سے کیوں روکا؟

❄ ذیل کے محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

گپّیں مارنا، آنکھیں نکالنا، دو کوڑی کا نہ رہنا، جان کو لگ جانا، کہرام مچ جانا، شادیانے بجنا

❄ سبق کی مدد سے لکھیے کہ ذیل کے جملے صحیح ہیں یا غلط۔

ا۔ بلو کو کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔

۲۔ میوہ رام مالی بوکھلایا ہوا آیا۔

۳۔ بلو کی باتوں پر سب یقین کرتے تھے۔

۴۔ شیر پلنگ کے نیچے تھا۔

۵۔ بلو باورچی خانے میں اکڑوں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔

❄ غور کر کے بتائیے۔

ا۔ بلو نے گپ بازی کیوں چھوڑ دی؟

۲۔ اس سبق کا عنوان 'گپ بازی کی سزا' ہے۔ آپ اس کا کوئی دوسرا مناسب عنوان تجویز کیجیے۔

سرگرمی:

'بھیڑیا آیا' ایک بہت مشہور کہانی ہے۔ اپنے استاد سے یہ کہانی معلوم کیجیے اور اسے اپنے الفاظ میں لکھیے۔

آیئے زبان سیکھیں

آپ ضمیروں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ 'میں، تم، وہ، آپ' وغیرہ **ضمیرِ شخصی** ہیں۔

ذیل کے جملے غور سے پڑھیے۔

ا۔ ان کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ کافی ہیں۔

۲۔ نیک کام میں میری مدد کرو۔

۳۔ ان کی گپ بازی کی دھوم مچ گئی۔

۴۔ ہائے، میرا بچہ!

۵۔ شیر آپ کے باغ میں دیکھا گیا ہے۔

ان جملوں میں 'اس کا، میری، ان کی، میرا، آپ کے' الفاظ کا کچھ اسموں سے تعلق بتایا گیا ہے جیسے 'اس کا' سے مراد 'اللہ کا'، 'میری' کا تعلق 'مدد' سے ہے، 'آپ کے' کا تعلق 'باغ' سے ہے۔ تعلق بتانے والی ان ضمیروں کو **'ضمیرِ اضافی'** کہتے ہیں۔

ان جملوں میں ضمیرِ اضافی تلاش کر کے لکھیے۔

ا۔ اے لوگو! میں تمھارا حاکم بنایا گیا ہوں۔

۲۔ آپؐ کے جاں نثاروں کو بہت ستایا جاتا تھا۔

۳۔ ہائے لوگو! میرا بلو!

٧ پرانی موٹر کار

شاعرؔ لکھنوی

پیدائش: ١٦/نومبر ١٩١٧ء — وفات: ٢٣/ستمبر ١٩٨٩ء

شاعرؔ لکھنوی کا نام محمد حسن پاشا تھا۔ وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا آبائی وطن امیٹھی بندگی تھا۔

شاعرؔ لکھنوی کا شمار اساتذۂ فن میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی مزاحیہ نظموں میں روزمرہ کی چیزوں کو پُر مذاق انداز میں بیان کیا ہے۔ 'پرانی موٹر کار' بھی ان کی ایسی ہی نظم ہے۔

موٹر کار جب بہت زیادہ پرانی ہوجاتی ہے تو اس کے چلنے اور چلانے میں بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی ہی پرانی کار کے نقشے کو شاعر نے اتنے دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے کہ پڑھتے وقت بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے۔

سمجھنا مِزاج اس کا دشوار ہے
عَجَب کلّے ٹھلّے کی یہ کار ہے

چلی ، پھر رُکی ، پھر چلی ، پھر رُکی
سنبھالا جو دائیں تو بائیں جُھکی

جہاں دیدہ کاروں کی دادی ہے یہ
کہ قِسطوں میں چلنے کی عادی ہے یہ

شجر اور حجر آزمائے ہوئے
بڑے زخم باڈی پہ کھائے ہوئے

نئی دُھن بناتی ہے اک اک قدم
یہ گاتی زیادہ ہے ، چلتی ہے کم

نہ سمجھے گویّے بھی اب تک یہ راز
بجاتی ہے اک چال میں کتنے ساز

بھگائیں اگر تیز اس کو ذرا
تو سمجھو سڑک پر ہے انجن دھرا

ہر اک بات اس کی انوکھی ہے یار
بجاؤ جو بھونپو ، بج اُٹھتی ہے کار

پریشاں جو گرمی سے ہوں خاص و عام
تو مڈگارڈ پنکھوں کا دیتے ہیں کام

یہ پیتی ہے خوش رنگ مٹّی کا تیل
ہے اپنے زمانے کی طوفان میل

یقیں کیجیے آپ اس بات کا
یہ ماڈل ہے اُنّیس سو سات کا

****

دشوار	-	مشکل
عَجَب کلّے ٹھلّے کی	-	عجیب بناوٹ کی
جہاں دیدہ	-	دنیا دیکھا ہوا، مراد ہے بہت زیادہ عمر والا/ پرانا
قسط	-	حصّہ
شجر اور حجر آزمائے ہوئے	-	درختوں اور چٹانوں سے ٹکرانے کا تجربہ رکھنے والی
بڑے زخم باڈی پہ کھائے ہوئے	-	کار کوئی حادثے پیش آچکے ہیں۔
زیادہ گاتی ہے	-	زیادہ شور کرتی ہے۔
بجاتی ہے اک چال میں کتنے ساز	-	چلتی ہے تو اس کے ہر پرزے سے کئی آوازیں نکلتی ہیں۔
دھرا رہنا	-	باقی رہنا، کھڑا رہ جانا
انوکھی	-	عجیب
خوش رنگ	-	اچھا رنگ
مٹّی کا تیل	-	یہاں مراد پٹرول
طوفان میل	-	ایک تیز رفتار ٹرین کا نام
یہ ماڈل ہے اُنّیس سو سات کا	-	یہ کار ۱۹۰۷ء کی بنی ہوئی ہے

مشق

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ کس کا مزاج سمجھنا دشوار ہے؟
۲۔ تیسرے شعر میں شاعر نے کار کو کیا کہا ہے؟
۳۔ کار کے قسطوں میں چلنے سے کیا مراد ہے؟
۴۔ کار کے شور مچانے کو شاعر نے کیا کہا ہے؟
۵۔ شاعر کے نزدیک کار کی کون سی بات انوکھی ہے؟
۶۔ شاعر نے طوفان میل کسے کہا ہے؟
۷۔ یہ کار کتنے سال پرانی ہے؟

❋ اس نظم میں شاعر نے پرانی کار کا جو نقشہ کھینچا ہے، اسے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

❋ درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔

۱۔ جہاں دیدہ کاروں کی دادی ہے یہ
کہ قسطوں میں چلنے کی عادی ہے یہ

۲۔ نہ سمجھے گویّے بھی اب تک یہ راز
بجاتی ہے اک چال میں کتنے ساز

۳۔ پریشاں جو گرمی سے ہوں خاص و عام
تو مڈگارڈ پنکھوں کا دیتے ہیں کام

❋ نظم کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ عجب .... کی یہ کار ہے
۲۔ کہ قسطوں میں چلنے کی .... ہے یہ
۳۔ نہ سمجھے .... بھی اب تک یہ راز
۴۔ تو سمجھو سڑک پر ہے .... دھرا
۵۔ یہ پیتی ہے خوش رنگ .... کا تیل

سرگرمی :

'پرانی موٹر کار' کی طرح سائیکل، موٹر سائیکل پر بھی مزاحیہ نظمیں کہی گئی ہیں۔ استاد/ والدین کی مدد سے کوئی ایک نظم تلاش کیجیے اور اپنی بیاض میں خوش خط لکھیے۔

بہادر بچّے

سرفراز آرزو

پیدائش : ۲؍ستمبر ۱۹۵۶ء

سرفراز آرزو ممبئی میں پیدا ہوئے۔ گزشتہ پینتیس برسوں سے وہ صحافت، ادب اور مختلف تعلیمی اور سماجی اداروں سے وابستہ ہیں۔

ہمارے ملک میں جو بچّے غیر معمولی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں، اُن کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ اخبارات میں ان کی تصویریں چھپتی ہیں اور ان کے کارناموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ عوامی جلسوں میں ان کی ہمت افزائی کی جاتی ہے۔ اس سبق میں مضمون نگار نے ایسے چند بچّوں کے سچّے واقعات بیان کیے ہیں جن کی غیر معمولی ہمّت اور بے مثال بہادری کی وجہ سے انھیں صدر جمہوریہ کے ہاتھوں اِنعامات سے نوازا گیا۔

ممبئ میں تیز بارش سے کبھی کبھی سیلابی صوٗرت پیدا ہوجاتی ہے۔ لوگوں کا باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ ممبئ کے مانخورد علاقے میں چِلڈرن ایڈ سوسائٹی نامی ادارہ بچّوں کے لیے ایک بال گھر چلاتا ہے۔ ایک دن لگاتار بارش ہورہی تھی۔ باہر پانی کی سطح بڑھتی جارہی تھی اس لیے بال گھر کے بچّے ایک کمرے میں سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ ان بچّوں میں اسما بھی شامل تھی جسے دوسرے بچّے دیدی کہہ کر پکارتے تھے۔

اسما کو خدشہ محسوس ہوا کہ پانی اگر اسی طرح بڑھتا رہا تو سب بچّے ڈوٗب جائیں گے۔ یہ خیال آتے ہی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے دو چھوٹے بچّوں کو کندھوں پر بٹھایا اور کیچڑ بھرے پانی میں اُتر پڑی۔ اسے تیرنا نہیں آتا تھا۔ اس کے باوجود گلے تک اونچے پانی میں آہستہ آہستہ چل کر اس نے ان دونوں بچّوں کو محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔ اسما دوسرے بچّوں کو لے جانے کے لیے بار بار چکر لگاتی رہی۔ اس طرح اس نے چالیس بچّوں کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر خطرے سے باہر نکالا۔ یتیم خانے میں پلنے والی اس بہادر بچّی نے ہر بار اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دوسرے بچّوں کی جان بچائی اور ہمّت اور قُربانی کی ایک عمدہ مثال قائم کی۔

ممبئ کی اسما کی طرح راجستھان کے ایک ۱۵؍سالہ لڑکے سُدھیر کی کہانی بھی بڑی ولولہ انگیز ہے۔ ایک رات وہ اپنے گھر میں بیٹھا تھا۔ اچانک بجلی چلی گئی اور پوٗرا علاقہ اندھیرے میں ڈوٗب گیا۔ اسی وقت پڑوس سے کچھ عورتوں کے چیخنے چلّانے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہاں خوٗب تیز روشنی بھی دِکھائی دے رہی تھی۔ سدھیر کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ روشنی کیسی ہے۔ اس نے اپنے گھر کی دیوار سے چھلانگ لگائی اور پڑوس کے گھر میں پہنچ گیا۔ وہاں چاروں طرف دھواں پھیلا ہوا تھا اور کمرہ بھی بے حد گرم تھا۔ سُدھیر نے دیکھا ایک کونے میں چار عورتیں ڈری سہمی بیٹھی ہیں۔ وہ دھویں کی وجہ سے بار بار کھانس رہی ہیں اور مدد کے لیے چلّا رہی ہیں۔

کمرے کے وسط میں رکھی ہوئی گیس بتّی سے شعلے بلند ہورہے تھے۔ اس کے قریب ہی ایک گیس سلنڈر رکھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر سدھیر کو اندیشہ ہوا کہ گیس بتّی کبھی بھی پھٹ سکتی ہے۔ اگر اس کی آگ نے گیس سلنڈر کو اپنی لپیٹ میں لے

لیا تو بڑی تباہی آ جائے گی۔ اس نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے جلتی ہوئی گیس بتّی کو اُٹھایا، دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور اسے دور پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ انتہائی پھرتی سے باہر سے مٹّی لا لا کر کمرے کی آگ پر ڈالتا گیا اور اسے بُجھانے میں کامیاب ہوگیا۔

اس دوران میں وہاں لوگوں کی بھیڑ جمع ہوچکی تھی۔ سب سدھیر کی تعریف کر رہے تھے۔ اس کی حاضر دماغی اور بہادری سے نہ صرف چار عورتوں کی جان بچ گئی بلکہ پورا محلّہ ایک بڑے نقصان سے بچ گیا۔

بہادری کے لیے قومی انعام پانے والوں میں جلگاؤں کے ایک طالب علم سنتوش کا بھی شمار ہے۔ ایک دن سنتوش اپنے اسکول سے لَوٹ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سڑک پر ایک کار میں آگ لگی ہے۔ کار میں دو بچّیاں پھنسی ہوئی ہیں۔ وہ روئے جارہی ہیں اور زور زور سے چلّا رہی ہیں۔ لوگ خاموش تماشا دیکھ رہے ہیں۔ جلتی ہوئی کار کے پاس جانے کی کوئی ہمّت نہیں کر رہا ہے۔ سنتوش اس بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے کار کے ایک دروازے کو کھولنے میں کامیاب ہوگیا اور شعلوں میں گِھری ہوئی دونوں بچّیوں کو کار سے باہر نکال لایا۔ سارے لوگ سنتوش کی اس بہادری پر ششدر رہ گئے۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ کچھ خاص بچّے ہی بہادر ہوتے ہیں۔ وقت پڑنے پر ہر بچّہ بہادری کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔ مدھیہ پردیش کے ایک اسکول کی پانچویں جماعت میں پڑھنے والی اَنیتا بھی ایسی ہی ایک عام سی بچّی ہے۔ ایک روز وہ اپنی تین سہیلیوں کے ساتھ گھر کے قریب ایک نالے کے پاس سے گزر رہی تھی۔ اچانک اس کی سہیلی کویتا کو جانے کیا سوجھی کہ پانی میں اُتر کر کھیلنے لگی۔ سہیلیوں نے اُسے روکنا چاہا لیکن اس نے ایک نہ سُنی اور کھیلتی رہی۔ اتنے میں ایک بڑی لہر آئی اور کویتا کو گہرے پانی میں بہا لے گئی۔ وہ بھنور میں غوطے کھانے لگی۔ اَنیتا کی سہیلیاں یہ منظر دیکھ کر گھبرا گئیں اور بھاگ کھڑی ہوئیں۔ مگر اَنیتا کو گوارا نہ ہوا کہ اپنی سہیلی کو موت کے منہ میں چھوڑ کر اس طرح بھاگ جائے۔ اس نے بے خطر پانی میں چھلانگ لگا دی اور نالے کے کنارے اُگے ہوئے پودوں کو ایک ہاتھ سے مضبوطی سے پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے اپنی سہیلی کا ہاتھ پکڑ کر پوری طاقت سے اوپر کھینچنے لگی۔ آخر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوگئی۔ اس نے اپنی سہیلی کو ڈوبنے سے بچا لیا۔

ہمارے ملک میں بچّوں کی بہادری کے ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ راجدھانی دہلی میں ہر سال ۲۶ جنوری کو یومِ جمہوریہ کے موقع پر شاندار پریڈ ہوتی ہے اور طرح طرح کی جھانکیاں دِکھائی جاتی ہیں۔ اس موقع پر صدر جمہوریہ سے انعام حاصل کرنے والے ان بہادر بچّوں کو خصوصی طور پر اس پریڈ میں شامل کیا جاتا ہے۔ ان کی بہادری کے واقعات اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی وِژن کے ذریعے ملک کے کونے کونے میں پہنچائے جاتے ہیں۔ ان واقعات سے ہر شہری کو دوسروں کی مدد کرنے اور ان کے کام آنے کی ترغیب ملتی ہے۔

****

خدشہ	-	ڈر، خوف
ولولہ انگیز	-	جوش دلانے والا
ششدر رہ جانا	-	حیران رہ جانا
مظاہرہ کرنا	-	عمل کر کے دِکھانا
غوطے کھانا	-	ڈوبنا

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ اس سبق میں کن بچوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں؟
۲۔ بچّے اسما کو کیا کہہ کر پکارتے تھے؟
۳۔ ایک رات سدھیر کہاں بیٹھا ہوا تھا؟
۴۔ انیتا اپنی سہیلیوں کے ساتھ کہاں سے گزر رہی تھی؟
۵۔ اس سبق میں بیان کیے گئے بہادری کے واقعات کن مقامات سے تعلق رکھتے ہیں؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ اسما نے بچوں کو کس طرح بچایا؟
۲۔ سدھیر نے کمرے کے اندر پہنچ کر کیا دیکھا؟
۳۔ سدھیر نے آگ پر کس طرح قابو پایا؟
۴۔ سنتوش نے سڑک پر کیا دیکھا؟
۵۔ سنتوش نے جلتی ہوئی کار سے بچیوں کو کس طرح بچایا؟
۶۔ انیتا نے اپنی سہیلی کو کس طرح بچایا؟
۷۔ بہادر بچوں کی ہمت افزائی کس طرح کی جاتی ہے؟

وجہ بتائیے۔

۱۔ بال گھر کے بچے ایک کمرے میں سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔
۲۔ لوگ سدھیر کی تعریف کر رہے تھے۔
۳۔ جلتی ہوئی کار کے پاس لوگ خاموش کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔

سبق کی مدد سے لکھیے کہ ذیل کے جملے صحیح ہیں یا غلط۔

۱۔ اسما تیرنا جانتی تھی۔
۲۔ اسما نے چالیس بچوں کو ڈوبنے سے بچایا۔
۳۔ سدھیر دوڑتا ہوا پڑوس کے گھر میں پہنچا۔
۴۔ انیتا ساتویں جماعت میں پڑھتی تھی۔

۵۔ انیتا اپنی دو سہیلیوں کے ساتھ نالے کے پاس سے گزر رہی تھی۔

مندرجہ ذیل کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

خدشہ ہونا ، ولولہ انگیز ، حاضر دماغی ، ششدر رہ جانا ، مظاہرہ کرنا

ذیل کے سوال کے متعلق اپنے دوستوں سے بات چیت کیجیے۔

کسی دوسرے کی جان بچانے کے لیے لوگ اپنی جان کو خطرے میں کیوں ڈالتے ہیں؟

سرگرمی:

اپنے استاد سے معلوم کیجیے کہ چلڈرن ایڈ سوسائٹی کی طرح اور کون سے ادارے سماج میں فلاحی کام انجام دیتے ہیں۔

آیئے زبان سیکھیں

ذیل کے جملے غور سے پڑھیے۔

۱۔ ماں مسکرائی۔

۲۔ سدھیر آیا۔

۳۔ بچہ رویا۔

ان جملوں میں 'ماں، سدھیر، بچہ' فاعل ہیں۔ 'مسکرائی، آیا، رویا' فعل ہیں۔ ان جملوں میں مفعول نہیں ہیں پھر بھی جملوں سے پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ ایسے جملوں کے فعل کو 'فعل لازم' کہتے ہیں۔

ایسا فعل جو فاعل کے ساتھ مل کر جملے کا پورا مطلب واضح کردے، اسے **'فعل لازم'** کہتے ہیں۔

مثلاً سونا، رونا، ہنسنا، جانا، بیٹھنا، آنا، مرنا، وغیرہ۔

اب یہ جملے دیکھیے۔

۱۔ اسما نے بچایا۔

۲۔ سدھیر نے اُٹھایا۔

ان جملوں میں اسما اور سدھیر فاعل ہیں۔ 'بچایا، اُٹھایا' فعل ہیں۔ پھر بھی جملے کا مطلب پورا نہیں ہوتا۔ جب ہم کہیں گے کہ 'اسما نے بچوں کو بچایا' اور 'سدھیر نے گیس بتی کو اُٹھایا' تبھی ان جملوں کا مطلب سمجھ میں آئے گا۔ ایسے فعل کو 'فعل متعدی' کہتے ہیں۔

وہ فعل جو اپنے فاعل کے ساتھ مل کر پورے معنی نہیں دیتا بلکہ اس کا مطلب پورا ہونے کے لیے مفعول بھی ضروری ہے، اسے **'فعل متعدی'** کہتے ہیں۔

ذیل کے جملوں سے مفعول تلاش کر کے لکھیے:

(۱) احمد نے خط لکھا۔

(۲) رامو دو آم لے کر آیا۔

(۳) بچّے گیند تلاش کر رہے ہیں۔

جگنو

سکندر علی وجد

پیدائش : ۱۲ر فروری ۱۹۱۴ء　　وفات : ۱۶ر مئی ۱۹۸۳ء

سکندر علی وجد ویجاپور (ضلع اورنگ آباد) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے بی اے کیا پھر سوِل سروس امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ وہ مختلف اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے اور سیشن جج کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔ وہ راجیہ سبھا کے رکن منتخب تھے۔ انھیں پدم شری کا اعزاز بھی عطا ہوا تھا۔ ان کی نظمیں 'اجنتا' اور 'ایلورا' بہت مقبول ہیں۔ 'اوراقِ مصوّر' ان کا مشہور شعری مجموعہ ہے۔ اس نظم میں برسات کی رات میں اُڑتے ہوئے جگنوؤں کا منظر پیش کیا گیا ہے۔

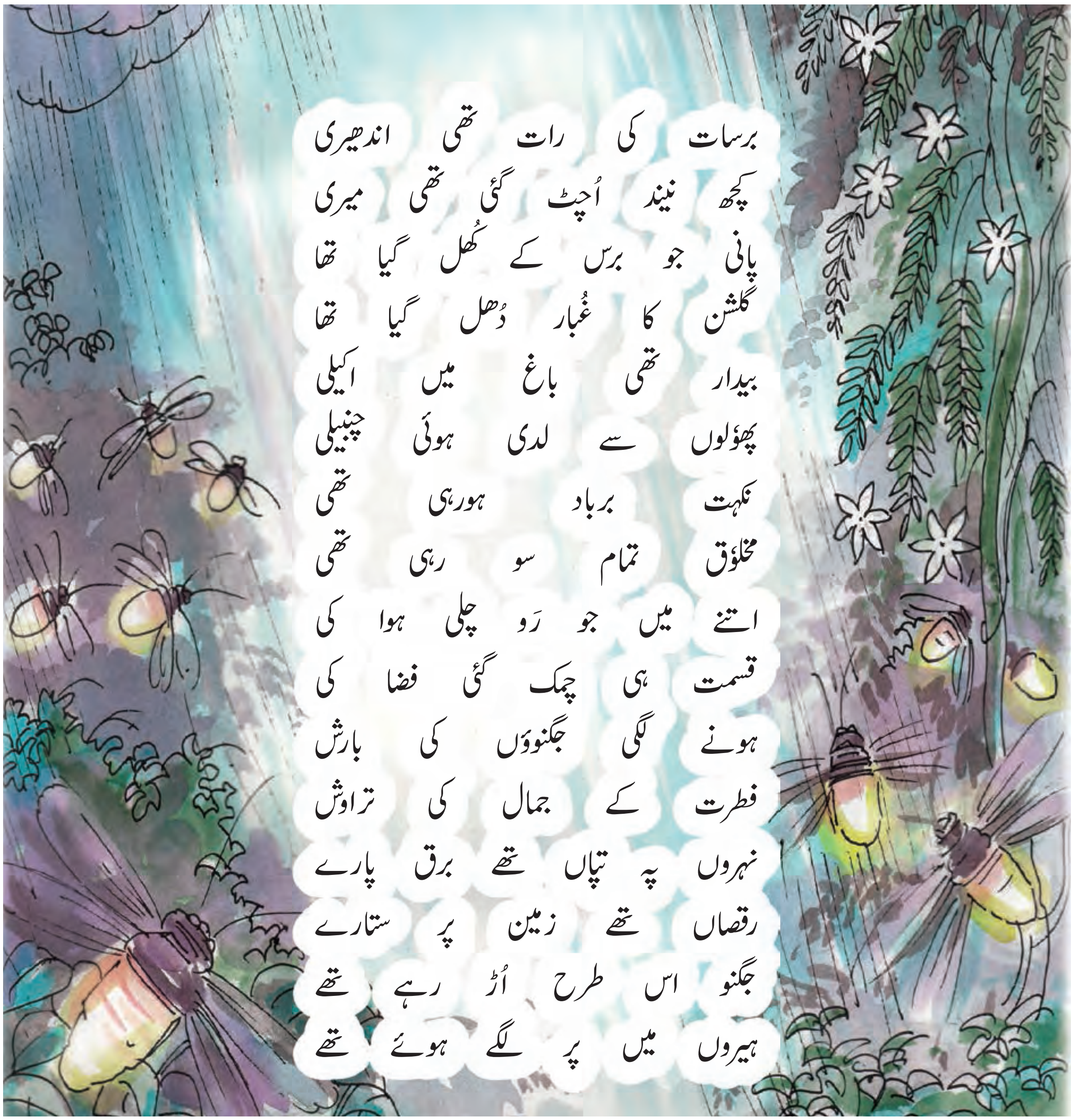

برسات کی رات تھی اندھیری
کچھ نیند اُچٹ گئی تھی میری

پانی جو برس کے کُھل گیا تھا
گلشن کا غُبار دُھل گیا تھا

بیدار تھی باغ میں اکیلی
پھُولوں سے لدی ہوئی چنبیلی

نکہت برباد ہو رہی تھی
مخلوق تمام سو رہی تھی

اتنے میں جو رَو چلی ہوا کی
قسمت ہی چمک گئی فضا کی

ہونے لگی جگنوؤں کی بارش
فطرت کے جمال کی تراوش

نہروں پہ تپاں تھے برق پارے
رقصاں تھے زمین پر ستارے

جگنو اس طرح اُڑ رہے تھے
ہیروں میں پر لگے ہوئے تھے

ظلمت موتی لُٹا رہی تھی
پریوں کی برات جا رہی تھی
میں اس منظر میں کھو گیا تھا
ہر موئے تن آنکھ ہوگیا تھا

****

نکہت	-	خوشبو
جمال	-	خوب صورتی
تراوش	-	چھڑکاؤ
تپاں	-	گرم
برق پارے	-	بجلیاں
رقصاں تھے	-	ناچ رہے تھے
ظلمت	-	اندھیرا
موئے تن	-	جسم کا رُواں
ہر موئے تن آنکھ ہوگیا تھا	-	مراد مَیں اس منظر میں اس قدر کھو گیا تھا گویا میرے جسم کا رُواں رُواں اسے دیکھ رہا ہو۔

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ شاعر نے اس نظم میں کس موسم کا ذکر کیا ہے؟

۲۔ بارش کے بعد کا منظر کیسا تھا؟

۳۔ باغ میں اکیلا کون جاگ رہا تھا؟

۴۔ رات کے اندھیرے میں کیا چمک رہے تھے؟

مختصر جواب لکھیے۔

شاعر نے ایسا کیوں کہا ہے کہ ......

(الف) زمین پر ستارے ناچ رہے تھے

(ب) پریوں کی برات جا رہی تھی

(ج) جسم کا رواں رواں آنکھ بن گیا تھا

درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔

۱۔ ہونے لگی جگنوؤں کی بارش
فطرت کے جمال کی تراوش

۲۔ جگنو اس طرح اُڑ رہے تھے
ہیروں میں پر لگے ہوئے تھے

ڈاکٹر رادھا کرشنن

ڈاکٹر محمد اسداللہ

پیدائش : ۱۶؍جون ۱۹۵۸ء

ڈاکٹر محمد اسداللہ وروڈ (ضلع امراوتی) میں پیدا ہوئے۔ ناگپور میں رہتے ہیں اور درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ وہ انشائیہ نگار اور مترجم ہیں۔ ان کی بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

۵؍ستمبر کو ہر سال 'یومِ اساتذہ' منایا جاتا ہے۔ اصل میں یہ تاریخ ڈاکٹر رادھا کرشنن کی تاریخِ پیدائش ہے جو ہمارے ملک کے دوسرے صدرِ جمہوریہ ہوئے ہیں۔ اس سبق میں اُن کی زندگی کے حالات کو دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۵ ستمبر ۱۸۸۸ء کو مدراس (چینّئی) کے ایک برہمن خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کا نام ترومتی سیتا اور والد کا نام ویراسوامی تھا۔ ماں باپ نے اس بچّے کا نام رادھا کرشنن رکھا۔ بڑے ہو کر رادھا کرشنن ایک عظیم فلسفی اور ماہرِ تعلیم کے طور پر مشہور ہوئے۔ آگے چل کر وہ ملک کے صدر بھی بنے۔

ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد رادھا کرشنن کو مشن اسکول میں داخل کیا گیا۔ اپنی ذہانت کے سبب وہ امتحان میں اچھے نمبرات حاصل کر لیا کرتے تھے۔ انھوں نے اعلیٰ تعلیم ویلّور اور چینّئی کے کالجوں میں مکمل کی۔ ۱۹۰۸ء میں فلسفے میں ایم۔ اے کا امتحان پاس کر کے وہ پریسیڈنسی کالج چینّئی میں پروفیسر بن گئے۔ اپنی قابلیت، سادہ مزاجی اور ملنساری سے وہ طلبہ کے دل جیت لیتے تھے۔ جب ان کا تبادلہ میسور سے کلکتّہ ہوا تو الوداع کہنے کے لیے طلبہ نے انھیں ایک رتھ پر سوار کیا اور اسے کھینچتے ہوئے ریلوے اسٹیشن تک لے گئے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن اپنے شاگردوں کی اس عقیدت اور محبّت سے بہت متاثّر ہوئے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن ایک کامیاب مدرّس تھے اور مصنّف بھی۔ ان کی تصانیف اور مرتّب کی ہوئی کتابوں کی تعداد

ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔ طالب علمی کے زمانے میں، ویدوں کی تعلیمات سے متعلّق انھوں نے ایک کتاب لکھی۔ اس وقت وہ صرف بیس برس کے تھے۔ ان کی یہ کتاب بہت مشہور ہوئی جسے پڑھ کر رادھا کرشنن کے پروفیسر نے انھیں ایک سند دی تھی۔ یہ اُن کے لیے بڑا اعزاز تھا۔ ان کی ایک اور کتاب 'انڈین فلاسفی' دنیا بھر میں مشہور ہوئی۔ اسی بنیاد پر انھیں آکسفورڈ یونیورسٹی میں مدعو کیا گیا۔ اپنی تعلیمی لیاقت کی وجہ سے ۱۹۵۲ء میں وہ اس یونیورسٹی کے اعزازی فیلو بنائے گئے۔ وہ پہلے ہندوستانی تھے جنھیں یہ اعزاز حاصل ہوا۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن ایک جادو بیان مقرّر تھے۔ وہ کئی زبانیں جانتے تھے۔ فلسفے اور دیگر علوم پر ان کی گہری نظر تھی۔ انگریزی میں روانی کے ساتھ تقریر کی صلاحیت کے سبب برٹش اکیڈیمی نے انھیں تقریر کی دعوت دی۔ حکومتِ ہند کی جانب سے انھیں ۱۹۵۴ء میں ہندوستان کے سب سے بڑے اعزاز 'بھارت رتن' سے سرفراز کیا گیا۔ ان کی علمی صلاحیتوں کے اعتراف میں دنیا کی سترہ یونیورسٹیوں نے انھیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن نے اپنی ساری زندگی علمی خدمات کے لیے وقف کردی۔ انھیں اپنے پیشے پر بڑا ناز تھا۔ وہ فخر سے کہا کرتے، ''میں ایک مدرّس ہوں۔'' ان کی خواہش تھی کہ ان کی پیدائش کے دن کو یومِ اساتذہ کے طور پر منایا جائے۔ ان کی اس خواہش کے احترام میں ہمارے ملک میں ۵ ستمبر ۱۹۶۲ء سے 'یومِ اساتذہ' منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر مرکزی اور ریاستی حکومتیں مثالی مدرّسین کا انتخاب کرتی ہیں اور انھیں انعامات سے نوازتی ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے رادھا کرشنن کی تعلیمی لیاقت اور اعلیٰ قابلیت کے پیشِ نظر انھیں رؤس کا سفیر مقرّر کیا تھا۔ جب وہ رؤس پہنچے تو وہاں کے صدر اسٹالن خود ان سے ملاقات کے لیے آئے۔ اسٹالن ڈاکٹر رادھا کرشنن کی شخصیت سے بہت متاثّر تھے۔ ایک مرتبہ اپنے ملک روس کی ترقّی کو فخر سے بیان کرتے ہوئے اسٹالن نے ان سے کہا تھا، ''سائنس کی ترقّی کی بنیاد پر ہمارا ملک آپ کو یہ سکھا سکتا ہے کہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں کیسے تیرا جائے اور پرندوں کی طرح آسمان میں کیسے اُڑا جائے۔'' رادھا کرشنن نے جواب دیا، ''اور ہمارا ملک آپ کو یہ سکھا سکتا ہے کہ انسانوں کی طرح زمین پر کیسے چلا جائے۔''

ڈاکٹر رادھا کرشنن رؤس سے رخصت ہونے لگے تو صدر اسٹالن رات کے ایک بجے ان سے ملنے آئے۔ رؤس کے

تمام افسر اور عوام اسٹالن سے ہمیشہ خوف زدہ رہتے تھے اور ہمیشہ ان سے دُور رہنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اس ملاقات کے دوران ڈاکٹر رادھا کرشنن نے بڑی شفقت اور محبّت سے اسٹالن کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیٹھ کو تھپتھپایا تو ان کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ آئے، ”آپ پہلے شخص ہیں جو میرے ساتھ ایک انسان کا برتاؤ کر رہے ہیں اور مجھے کوئی بھوت یا ظالم نہیں سمجھ رہے ہیں۔“

ڈاکٹر رادھا کرشنن آزاد ہندوستان کے نائب صدر کے عہدے پر دو بار منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں انھیں ملک کا صدر بنایا گیا۔ صدارت کے عہدے کی مدّت پوری ہونے کے بعد وہ مُستقل طور پر چینّئی میں رہنے لگے تھے۔ ۱۷/ اپریل ۱۹۷۵ء کو دِل کی حرکت بند ہو جانے سے ان کا انتقال ہو گیا۔

اپنے علم، قابلیت اور خدمات سے ساری دنیا کو متاثّر کرنے والی اس شخصیت کے کارنامے یقیناً ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

****

فلسفی	–	فلسفے کا علم جاننے والا
اعزازی فیلو	–	جسے اعزازی طور پر کسی ادارہ کا رکن بنایا گیا ہو۔
جادو بیان مقرر	–	بہت اچھی تقریر کرنے والا
برٹش اکیڈمی	–	انگلستان میں علم و ادب کا ایک بڑا ادارہ
سرفراز کرنا		عزّت دینا
ڈاکٹریٹ	–	کسی علم میں مہارت کی وجہ سے دی جانے والی سند
وقف کر دینا	–	لگا دینا، دے دینا
سفیر	–	حکومت کی طرف سے کسی دوسرے ملک میں مقرر کیا ہوا نمائندہ

مشق

❋ سبق کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ ۱۹۵۲ء میں رادھا کرشنن آکسفورڈ یونیورسٹی کے .... بنائے گئے۔

۲۔ جب وہ روس پہنچے تو وہاں کے صدر ....خود ان سے ملاقات کے لیے آئے۔

۳۔ ۱۹۶۲ء میں ڈاکٹر رادھا کرشنن کو ملک کا .... بنایا گیا۔

۴۔ ۱۷/ اپریل کو دل کی .... بند ہو جانے سے ڈاکٹر رادھا کرشنن کا انتقال ہو گیا۔

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کب پیدا ہوئے؟

۲۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کا تعلق کس خاندان سے تھا؟

۳۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کے والد کا نام کیا تھا؟

۴۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کی کون سی کتاب ساری دنیا میں مشہور ہوئی؟

۵۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کو کتنی یونیورسٹیوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا؟

۶۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کو ہندوستان کے کس بڑے اعزاز سے سرفراز کیا گیا؟

۷۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کی پیدائش کا دن کس نام سے منایا جاتا ہے؟

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ طلبہ ڈاکٹر رادھا کرشنن کو دوسرے اُستادوں کے مقابلے میں کیوں زیادہ پسند کرتے تھے؟

۲۔ جب ڈاکٹر رادھا کرشنن کا تبادلہ میسور یونیورسٹی سے کلکتہ ہوا تو ان کے طلبہ نے کیا کِیا؟

۳۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کو آکسفورڈ یونیورسٹی کس وجہ سے بلایا گیا؟

❋ مفصّل جواب لکھیے۔

اپنے اخلاق اور سلوک سے ڈاکٹر رادھا کرشنن نے کس طرح روس کے صدر اسٹالن کو متاثر کیا؟

❋ ان لفظوں پر غور کیجیے:

نمبرات، تعلیمات، خدمات، یہ الفاظ 'نمبر، تعلیم، خدمت' کی جمع ہیں۔ ایسے ہی 'ات' لگا کر نیچے دیے ہوئے الفاظ کی جمع بنائیے:

خیال ، احسان ، تعمیر ، الزام ، شخصیت

سرگرمی:

❋ اپنے استاد کے بارے میں دس بارہ جملے لکھیے۔

❋ آپ کے اسکول میں ہر سال 'یومِ اساتذہ' منایا جاتا ہے۔ اس تقریب کے بارے میں دس بارہ جملے لکھیے۔

آئیے زبان سیکھیں

یہ الفاظ دیکھیے۔

اعلیٰ، ادنیٰ، زکوٰۃ، صلوٰۃ، عیسیٰ، عقبیٰ

ان الفاظ میں حرف 'ا' کو 'ی' اور 'و' کے طور پر لکھا جاتا ہے۔ انھیں اس طرح پڑھا جائے: اعلا، ادنا، زکات، عیسا، عقبا وغیرہ۔ 'ی' اور 'و' پر لکھے جانے والے نشان (کھڑے زبر) کو **الف مقصورہ** کہتے ہیں۔